ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
40
23 تا 29 شوال 1430ھ / 13 تا 19 اکتوبر 2009ء

ہمارا اوّلین مطالبہ

جو لوگ ہماری دعوت کو قبول کرتے ہیں ان سے ہمارا اوّلین مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو عملاً اور بالکلیہ بندگی رب میں دے دو اور اپنے عمل سے، اپنے اخلاص اور اپنی یکسوئی کا ثبوت دو اور ان تمام چیزوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنے کی کوشش کرو جو تمہارے ایمان کی ضد ہیں۔ یہیں سے ان کے اخلاق و سیرت کی تعمیر اور ان کی آزمائش کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں نے بڑی بڑی اُمنگوں کے ساتھ اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی انہیں اپنے اونچے اونچے خوابوں کی عمارتیں اپنے ہاتھ سے ڈھا دینی پڑتی ہیں اور اس زندگی میں تو درکنار اپنی دوسری تیسری پشت میں بھی دور دور نظر نہیں آتے۔ جن لوگوں کی معاشی خوشحالی کسی مرہونہ زمین یا کسی مغصوبہ جائیداد یا کسی ایسی میراث پر قائم تھی جس میں حقداروں کے حقوق مارے گئے تھے، انہیں بسا اوقات دامن جھاڑ کر اس خوشحالی سے کنارہ کش ہو جانا پڑتا ہے، صرف اس لیے کہ جس خدا کو انہوں نے اپنا آقا تسلیم کیا ہے، اس کے منشاء کے خلاف کسی کا مال کھانا ان کے ایمان کے منافی ہے۔ جن لوگوں کے وسائلِ زندگی غیر شرعی تھے یا نظامِ باطل سے وابستہ تھے ان کو ترقیوں کے خواب دیکھنا تو درکنار موجودہ وسائل سے حاصل کی ہوئی روٹی کا بھی ایک ایک ٹکڑا حلق میں اتارنا ناگوار ہونے لگتا ہے۔ اور وہ ان وسائل کو پاک تر وسائل سے خواہ وہ حقیر ترین ہی کیوں نہ ہوں، بدلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگتے ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

حضورؐ کا جو غدار ہے......

روزے کا حاصل: تقویٰ (II)

نمازِ جنازہ کی اہمیت و فضیلت

مصر اسرائیل تعلقات...... کیا کھویا، کیا پایا؟

پاکستان کے خلاف جاری نفسیاتی جنگ کے اہداف (II)

اسلام کے خلاف صلیبی تعصب

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ الاعراف
(آیات: 180 تا 184)

الہدیٰ (392)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَمِمَّنْ
خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ
كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ ﴾

"اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں۔ تو اس کو اُس کے ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو اُس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دو۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔ اور ہماری مخلوقات میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا رستہ بتاتے ہیں اور اُسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ اُن کو معلوم ہی نہ ہوگا۔ اور میں اُن کو مہلت دیے جاتا ہوں۔ میری تدبیر (بڑی) مضبوط ہے۔ کیا اُنہوں نے غور نہیں کیا کہ اُن کے رفیق (محمد ﷺ) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں ہے۔ وہ تو ظاہر ظہور ڈرسنانے والے ہیں۔"

تمام اچھے نام اللہ ہی کے ہیں۔ اللہ کے نام اُس کی صفات کے مظہر ہیں لیکن ہیں سب نام ہی۔ ایک شے کے بہت سے نام بھی ہو سکتے ہیں۔ تلوار ایک چیز ہے۔ عربی میں اُس کے پانچ ہزار نام ہیں۔ تو اللہ کو اُس کے ناموں سے پکارو، مثلاً یا ستار، یا غفار، یا کریم یا رحیم۔ اللہ اُس کا سب سے بڑا نام ہے۔ اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجی نکالتے ہیں۔ اللہ کے ناموں کے مراقبے کر کے اُن کی تاثیر کے ذریعے دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش الحاد ہے۔ پھر اللہ کے بعض نام جوڑوں کی شکل میں ہیں۔ اُن میں سے صرف ایک ہی کے حوالے سے پکارنا بھی الحاد ہو جائے گا۔ المضل، المعز یہ جوڑا ہے۔ صرف المضل، المضل کا ورد الحاد ہو جائے گا، اسی طرح الرافع اور الخافض بھی جوڑا ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے ناموں میں کجی نکالتے ہیں وہ عنقریب اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔

اور جو انسان ہم نے پیدا کیے ہیں، اُن میں کچھ لوگ حق پر ہیں اور وہ حق کی طرف راہ نمائی بھی کرتے رہیں گے اور حق کے ساتھ عدل بھی کرتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ضمانت دی ہے کہ میری امت میں ایک طبقہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، یہ وہی لوگ ہیں۔

وہ لوگ جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم رفتہ رفتہ اُن کو پکڑ لیں گے اس طرح کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اس کیفیت کو استدراج کہتے ہیں۔ ایک شخص کفر کے راستے پر بڑھتا چلا جاتا ہے، لیکن دوسری جانب اُسے دنیا میں کامیابیاں حاصل ہو رہی ہوتی ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر اللہ کا فضل ہو رہا ہے، حالانکہ اصل میں اللہ تعالیٰ اُس کی رسی دراز کر رہا ہوتا ہے کہ جن جن گناہوں میں وہ پڑنا چاہتا ہے پڑ لے۔ یہ استدراج بہت بڑا فتنہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کو ڈھیل دیتا ہوں۔ میری چال بہت مضبوط ہے۔ یہ اُسی طرح ہے کہ جب مچھلی کے گلے میں کانٹا پھنستا ہے تو مچھلی پکڑنے والا ڈوری ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ کانٹا خوب پھنس جائے۔ فرمایا، کیا یہ لوگ غور وفکر نہیں کرتے کہ ان کے ساتھی محمد ﷺ کو کوئی جنون نہیں۔ ان پر کوئی جن نہیں آتا۔ یہ کفار کو جھنجھوڑنے کا انداز ہے کہ تم ایسی باتیں کہہ تو دیتے ہو مگر کبھی اپنی بات پر غور بھی کیا ہے کہ زبان سے کیا کہہ رہے ہو۔ آپؐ کی سیرت وکردار، آپؐ کا طرزِ عمل، اور آپؐ کی پاکیزگی وطہارت تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔ کیا ایسے آدمی کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کو کوئی جنون ہے۔ نہیں، ایسا معاملہ ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو واضح طور پر خبردار کر دینے والے ہیں۔

فرمانِ نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دو غلے پن کی مذمت

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا وَتَجِدُوْنَ خِیَارَ النَّاسِ فِیْ ھٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّھُمْ کَرَاھِیَۃً لَہٗ، وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْھَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ ھٰؤُلَاءِ بِوَجْہٍ وَھٰؤُلَاءِ بِوَجْہٍ)) (رواہ بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اصل نسل کے لوگوں میں تم یہ بات پاؤ گے کہ وہ عہد جاہلیت میں اگر بہتر تھے تو عہد اسلام میں بھی اچھے ہوں گے، بشرطیکہ وہ دین میں زیرک وسمجھ دار ہوں، اور ایسے اچھے لوگوں کو تم حکومت وامارت کو سخت ناپسند کرنے والا پاؤ گے۔ اور بدترین لوگ ان کو پاؤ گے جن کے دو منہ ہوں، کہ ایک کے پاس ایک منہ سے جائے اور دوسرے کے پاس دوسرے منہ سے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — شمارہ 40

23 تا 29 شوال 1430ھ
13 تا 19 اکتوبر 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک........300 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضورؐ کا جو غدار ہے، موت کا حقدار ہے!

اگرچہ آقائے نامدار حضور انور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا آخری نبی ہونا قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی واضح اور واشگاف طور پر مذکور ہے۔ اُس کے باوجود آپؐ کے انتقالِ پُر ملال کے فوری بعد ہی نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ لیکن نہ صرف خلافت راشدہ کے دور میں بلکہ بعد ازاں عام مسلمان بادشاہوں کے دور میں بھی اِن کے خلاف جہاد اور قتال کیا گیا اور اللہ کی لعنت کے مستحق اِن کاذبین کو بدترین انجام سے دوچار کیا گیا۔ بدقسمتی سے بدنصیب اور بدبخت مرزا غلام احمد (لعنۃ اللہ علیہ) نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ہندوستان میں انگریز حکمران تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے جس جذبہ حُریت کا مظاہرہ کیا تھا اُس نے انگریزوں کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ چالاک اور عیار انگریز یہ جان گیا کہ ہندوستان میں اپنے اقتدار کو مضبوط، مستحکم اور پائیدار بنانے کے لیے مسلمان کو دبانا اور اُس کے جذبہ جہاد کو کچلنا لازم ہوگا۔ قادیان سے اُٹھنے والے فتنے کے بارے میں تجزیہ نگاروں اور مؤرخین کی دو آراء ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی تخم ریزی ہی انگریز نے کی تھی اور یہ پودا آغاز سے ہی انگریز کا لگایا ہوا تھا اور دوسری یہ کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی جہاد کی فرضیت کا انکاری ہوا تب انگریز نے اُسے گود لے لیا اُس کا پشتیبان بن گیا، اس لیے کہ انگریز اپنے اقتدار و اختیار اور بے مہار قوت کے باوجود مسلمان کے جذبہ جہاد سے خوفزدہ اور لرزاں رہتا تھا۔ حکمرانوں کی پشت پناہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کاذب و مرتد مرزا بہت دلیر ہو گیا اور اُس نے صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں بیہودہ گوئی بھی کی اور غیر شائستہ تحریریں بھی لکھ ڈالیں۔ اور اپنے بارے میں وہ کچھ کہہ دیا کہ کسی بدنصیب کی مت ماری گئی ہو اور اُس کی آنکھوں پر جہالت کے دبیز پردے پڑ گئے ہوں تو بات الگ ہے وگرنہ ایک عاقل و بالغ اور غور و فکر کرنے والا انسان محسوس کرے گا کہ اِس شخص کا دماغی توازن درست نہیں رہا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان معرضِ وجود میں آئی تھی، تو مسلمان حکمران اِس شجر خبیثہ کو جڑ سے کاٹ دیتے۔ انگریز کے دور میں قادیانیت قبول کرنے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جاتا، اور آئندہ سے اسلامی ریاست پاکستان کے کسی مسلمان شہری کو قادیانیت اختیار کرنے پر مرتد قرار دے کر اسلامی شریعت کے مطابق اُس کی سزا نافذ کی جاتی۔ لیکن بدقسمتی سے حکمران اپنا یہ دینی فریضہ ادا نہ کر سکے، بلکہ ایک نامور قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا گیا اور وہ خفیہ طور پر اور کھلم کھلا قادیانیت کو پھلنے پھولنے میں مدد دینے لگا۔ 1974ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کے سربراہ کو اپنا موقف بیان کرنے کا موقعہ دیا گیا جس میں اُس نے اقرارِ جرم کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ اِس پر عوام کی نمائندہ اسمبلی نے اُنہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اور اُن کے مسلمان کہلوانے اور لکھنے پر آئینی طور پر پابندی لگا دی گئی۔

ہمیں قادیانیت کو موضوع گفتگو بنانے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ حال ہی میں ایک جماعت کے قائد نے آئین کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے برملا اعلان کیا ہے کہ وہ قادیانیوں کو مسلمان سمجھتا ہے اور وہ اُن کے سربراہِ جماعت کی وفات پر تعزیت کر چکا ہے، اگر کوئی اِسے کفر کہتا ہے تو میں اس کفر کا اعادہ کرتے ہوئے دہراتا ہوں کہ میں قادیانیوں کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ ہم اُن کے اس بیان پر کوئی تبصرہ نہیں کریں گے کہ اس کے لیے فتویٰ کا انداز اور زبان اختیار کرنا پڑے گی اور ہم فتویٰ دینے کے اہل نہیں، جس کا کام اُسی کو

سا جھے کے مصداق یہ مفتیان کرام کا فریضہ ہے، وہ اس فریضہ کی ادائیگی کریں یا غفلت برتیں بہر صورت وہ اللہ رب العزت کو جوابدہ ہیں۔ البتہ ہم اس جماعت کے کارکنان اور وابستگان کی خدمت میں عرض کرنا اپنا دینی ملی اور قومی فریضہ سمجھیں گے کہ اپنے قائد کی اطاعت اور فرمانبرداری ایک پسندیدہ اور قابل تعریف عمل ہے بشرطیکہ وہ اللہ اور رسول کے احکامات کے خلاف نہ ہو۔

ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ مخلوق کی فرمانبرداری خالق کی معصیت کر کے نہیں کی جا سکتی۔ صرف انبیاء اور رُسل معصوم ہوتے ہیں، باقی سب سے خطا اور غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے، ہم جماعت، تنظیم اور گروہ کے سربراہ کو قائد تو کہہ سکتے ہیں، لیکن یہ محدود معنی اور محدود مقاصد کے حوالہ سے ہوتا ہے۔ محمد علی جناح کو قائداعظم کہہ دیتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے محض سیاسی قائد تھے۔ یعنی وہ مخصوص مسلمان جو ایک مخصوص جگہ پر رہتے تھے اُنہوں نے محمد علی جناح کو اپنے سیاسی اور معاشی مسائل کے حل کے لیے اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔

حقیقت میں ماضی، حال اور مستقبل کے تمام مسلمانوں کے، چاہے وہ دنیا کے کسی کونے میں تھے اور ہیں، اصلی، حقیقی، ابدی اور واحد رہنما اور قائداعظم تو حضورِ انور محمد ﷺ ہیں۔ بلکہ وہ تو بنی نوع انسان کے محسن اور رحمت للعالمین ہیں۔ یہ تو غیر مسلموں کی بدنصیبی ہے کہ وہ اُنہیں پہچان نہ سکے۔ ہماری رائے میں مسلمان جب یہ کہے کہ "قائد کا جو غدار ہے۔ موت کا وہ حقدار ہے" تو قائد سے مراد صرف حضور ﷺ کی ذاتِ مبارک ہونا چاہیے، کیونکہ نچلی سطح کے محدود معنی میں پکارے گئے سب قائدین خطا کے پتلے ہیں۔ اُن سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، اُن سے الگ ہوا جا سکتا ہے اور اگر وہ راہِ راست پر نہ آئیں، تو اُن کے خلاف مورچہ زن ہوا جا سکتا ہے، جبکہ حضورؐ کے کسی حکم کو دلی آمادگی سے قبول نہ کرنا بھی ایمان کی موت کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کا اصلی نعرہ یہ ہونا چاہیے: حضورؐ کا جو غدار ہے، موت کا حقدار ہے!

ان شاء اللہ العزیز

رفقاء تنظیم اسلامی کا سالانہ

کل پاکستان اجتماع

15 نومبر بروز اتوار نمازِ عصر تا 17 نومبر 2009ء نمازِ ظہر

بمقام: مرکزی اجتماع گاہ تنظیم اسلامی بہاولپور

رفقا کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ 15 نومبر 3 بجے سہ پہر تک اجتماع گاہ میں پہنچ جائیں

المعلن: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

فون: 36316638-36366638 (042)

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد (مرد حضرات) کے لیے

بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع

مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبۂ تدریس کے زیرِ اہتمام

12 اکتوبر 2009ء سے

فہم دین کورس

موڈیول۔ I

کا آغاز ہو رہا ہے (ان شاء اللہ)

مضامین

☆ تجوید و قراءت ☆ مطالعۂ حدیث

☆ عربی گرامر: دروس اللغۃ العربیۃ (الجزء الاول) ☆ دینی موضوعات پر لیکچرز

دورانیہ: 3 ماہ ...... **اوقاتِ تدریس**: مغرب تا عشاء (سوموار تا جمعرات)

داخلے کے خواہش مند حضرات

قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کریں اور پُر کر کے 12 اکتوبر 2009ء تک وہیں جمع کرا دیں

فون: 3-35869501، ای میل: Email:irts@tanzeem.org

روزے کا حاصل: تقویٰ (2)

(گزشتہ سے پیوستہ)

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 25 ستمبر 2009ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات! رمضان کی ستائیسویں شب جو حال ہی میں گزری ہے، دین میں اس شب کی کیا فضیلت ہے اُس سے کسی قدر ہر مسلمان آگاہ ہے۔ ہم اہل پاکستان کے لیے اس شب کی اضافی اہمیت اس پہلو سے بھی ہے کہ پاکستان کا قیام اسی شب عمل میں آیا۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ شب نزول پاکستان کی سالگرہ بھی ہے۔ اس موقع پر بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں ایک خصوصی پروگرام کیا، جس میں آپ کا خصوصی خطاب بھی ہوا۔ پروگرام میں حاضرین میں ایک خصوصی ہینڈ بل بھی تقسیم کیا گیا، جس میں لوگوں کو ملک و ملت کو درپیش حالات کی سنگینی کی جانب توجہ دلائی گئی اور انہیں اپنی زندگی کے نقشے کا جائزہ لینے اور توبہ کی دعوت دی گئی۔ یہ بات آپ سب پر عیاں ہے کہ پاکستان کے حالات اس وقت جس رُخ پر جا رہے ہیں، وہ نہایت ہی تشویشناک ہے۔ ہم سب کو یہ بات اپنے دل کی گہرائیوں میں اتار لینی چاہیے کہ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لیے واحد سہارا ہے۔ اگر ہم خطرات سے نجات چاہتے ہیں، اور دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے لازم ہے کہ ہم مالک کائنات کا سہارا پکڑیں اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس سے معافی مانگیں۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○﴾

(البقرۃ: 186)

"اور (اے پیغمبرؐ) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہی ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی دُعا قبول کرتا ہوں، تو اُن کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تا کہ نیک راستہ پائیں۔"

یوں تو پورا عالم اسلام اس وقت زبوں حالی سے دوچار ہے۔ امت مسلمہ کے خلاف یہود و نصاریٰ اور ہنود کا گٹھ جوڑ، ناپاک عزائم اور ریشہ دوانیاں کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ تاہم پاکستان اس وقت دشمنانِ اسلام کا خصوصی ہدف ہے۔ اس وقت ہمارے متعدد ائیر بیسز پر امریکہ کا قبضہ اور تسلط ہے۔ امریکہ کے ڈرون حملے، امریکی سفارتخانے کا توسیعی منصوبہ، امریکی کمانڈوز میرین اور بلیک واٹر جیسے اجرتی قاتلوں کی موجودگی، یہ وہ چیزیں ہیں جو ہماری غیرت کو جھنجوڑ رہی ہیں۔ امریکہ بڑی تیزی کے ساتھ ہماری سرزمین پر اپنے پنجے گاڑ رہا ہے۔ پچھلے مہینے میں مَیں دورۂ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں پشاور میں مقیم تھا۔ وہاں مجھے بتایا گیا کہ امریکی PC (پرل کانٹیننٹل) خریدنے کے درپے ہیں۔ یہی نہیں وہاں یو ایس ایڈ اور یو این او کے اداروں کے حوالے سے جابجا بلیک واٹر کے مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ یونیورسٹی ٹاؤن جہاں مَیں ٹھہرا ہوا تھا، وہاں ہر تیسری کوٹھی پر عملاً امریکہ کا قبضہ ہے اور ابھی وہ اپنا جال اور بھی پھیلا رہے ہیں۔ بلیک واٹر جس نے اب اپنا نام بدل "کرزی" (Xe) رکھ لیا ہے، پشاور میں اُس کی گاڑیاں عام پھرتی نظر آتی ہیں، اور لوگ خوف کا شکار ہیں کہ نہ جانے اب کیا ہو گا۔ عجیب بات ہے کہ ہم خود اپنی ہی سرزمین پر اجنبی بنتے جا رہے ہیں۔ اسلام آباد میں امریکہ نے سفارتخانے کی توسیع کے نام پر جو 18 ایکڑ زمین حاصل کی اور اُس پر وہ جو عمارتیں بنا رہے ہیں، اُس کے متعلق قاضی حسین احمد صاحب اور منور حسن صاحب نے بہت صحیح کہا ہے کہ امریکی اسلام آباد میں منی پینٹاگون بنا رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ افغانستان میں طالبان نے اپنی مومنانہ استقامت اور جرأت سے امریکیوں کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ امریکہ نے اپنا پورا رُخ اب پاکستان کی طرف موڑ دیا ہے۔ یہاں اُن کے لیے راستہ ہموار ہے۔ اس لیے کہ ماضی کے پرویز مشرف ہوں یا حال کے آصف علی زرداری ایک دوسرے سے بڑھ کر امریکہ کی "وفاداری" کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ امریکہ جو یہاں اپنے پنجے گاڑ رہا ہے، اس کا نتیجہ نہایت خوفناک ہو گا۔ امریکہ ہماری ایٹمی تنصیبات کا کنٹرول حاصل کر لے گا، اور یہی اُس کا ایک بڑا ہدف ہے۔ اس کے بعد ہم بھارت کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ بھارت کے عزائم کیا ہیں، مجھے اس کے بارے میں بھی تفصیل سے بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہندو روز اوّل سے پاکستان کے وجود کا مخالف ہے۔ وہ تقسیم ہند کی لکیر کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ اُس کا ہدف اکھنڈ بھارت ہے۔ اُس نے ساٹھ سال سے ہماری شہ رگ دبوچی ہوئی ہے۔ اب اُس نے ہمارے دریاؤں پر ڈیم بنا کر ہمارا پانی بند کر دیا ہے۔ انڈیا کی اتنی کھلی دشمنی کے باوجود ہمارا "دوست" امریکہ ہمیں باور کرا رہا ہے کہ بھارت سے دشمنی نہ کرو۔ تمہارا اصل دشمن بھارت نہیں، طالبان ہیں، اُن کا خاتمہ کرو!

امریکہ جس طور سے یہاں پنجے گاڑ رہا ہے اور ہر معاملے میں ہمیں ڈکٹیشن دے رہا ہے، اُس سے لگتا ہے کہ اس ملک کے مالک ہم نہیں، امریکہ ہے۔ ہم تو گویا اُس کے غلام ہیں، جو اُس کی نوآبادی میں رہ رہے ہیں۔

یہ صورتحال پوری قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے اور تقاضا کرتی ہے کہ مخلص اور محبِ وطن پاکستانی اپنی ''آزادی'' کی بقا کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔

وطن کی فکر کر ناداں قیامت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

اگرچہ میڈیا میں امریکی عزائم، خاص طور پر بلیک واٹر کے حوالے سے تھوڑی بہت آواز اُٹھ رہی ہے، تاہم افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے سیاسی قائدین مصلحت کی چادر اوڑھے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ہمارے لیے اصل قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس ناگفتہ بہ صورتحال کا سبب کیا ہے؟ دراصل یہ سب ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔ ہمارا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک میں طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود دین وشریعت کو نافذ نہ کر سکے، بلکہ اس جانب ماضی میں جو تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی تھی، اب الٹی زقند لگا کر اُس سے بھی پسپائی شروع کر دی ہے۔ اس کی نمایاں ترین مثال نام نہاد تحفظ حقوق نسواں بل ہے جو پرویزی دور میں پاس کیا گیا۔ یہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام نے قرار دیا کہ یہ بل غیر اسلامی ہے اور قرآن وسنت سے متصادم ہے، لیکن پرویز مشرف نے جو مغلِ اعظم بنا ہوا تھا، اس کے باوجود یہ بل پاس کروایا، اور حد درجہ ڈھٹائی سے وہ یہ بات بھی کہتا رہا کہ یہ بل قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ اس سراسر غیر اسلامی بل کی منظوری کے باوجود قوم خاموش رہی۔ بدقسمتی سے ہماری سیاسی ودینی جماعتوں کے قائدین نے اس ضمن میں اپنا کردار ادا نہیں کیا۔ درحقیقت اللہ سے بغاوت اور سرکشی کی بنا پر اس وقت ہم ذلت ورسوائی کے عذاب کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔

اب ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے جس پر چل کر ہم اس ذلت سے نکل سکتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں۔ ہم اللہ کا سہارا پکڑ کر دنیا کی بہت بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔ ہم اہلِ پاکستان ہی کیا، پوری امتِ مسلمہ، جو اس وقت سائنس وٹیکنالوجی اور جنگی وسائل کے اعتبار سے بہت کمزور ہے، اگر اللہ کو راضی کرنے پر کمربستہ ہو جائے تو اُس کے دن پھر سکتے ہیں۔ اللہ کی رضا تب حاصل ہوگی جب ہم اُس کے دین کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اختیار کریں گے، جب ہم رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے لیے سرگرمِ عمل ہو جائیں گے۔ پھر اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔ اس کا وعدہ ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾

(سورۃ محمد:7)

''اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔''

اور جب اللہ ہماری مدد کرنے لگے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے گی۔

اللہ کی نصرت و مدد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ شریعت سے وفاداری اور اُس کے نفاذ کی جدوجہد 18 کروڑ کے ملک میں صرف چند سو افراد ہی نہ کریں، بلکہ آبادی کا قابلِ ذکر حصہ اپنا قبلہ درست کرے۔ تب اللہ کی رحمت اور مدد آئے گی، تب حالات بدلیں گے، ورنہ تباہی وبربادی نوشتۂ دیوار ہے۔ بہت سے انبیاء ورسل دنیا میں آئے لیکن جب اُن کی قوم کے گنتی کے لوگوں کے علاوہ، بحیثیت مجموعی قوم نے دعوتِ حق کو رد کر دیا، تو ان قوموں کو تباہ کر دیا گیا۔ قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ، قومِ شعیبؑ اور قومِ لوطؑ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تباہی سے بچائے، اور دین وشریعت کی تعمیل وتنفیذ کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پریس ریلیز: 2/اکتوبر 2009ء

ہم پہلے اسّی فی صد امریکہ کے غلام تھے، کیری لوگر بل سے مکمل امریکہ کے غلام بن گئے
اللہ کی وفاداری اختیار کر کے ہی ہم دشمن کے چنگل سے بچ سکتے ہیں

حافظ عاکف سعید

ہمارے قومی جرائم اور ناشکری کی سزا ہے کہ ہمارے حکمران ہمیں چند ڈالروں کے عوض فروخت کر رہے ہیں۔ بدنصیبی یہ ہے کہ اس سودے پر خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں کہ انہوں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغِ جناح میں خطابِ جمعہ کے اختتام پر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم پہلے ہی اسّی فی صد امریکہ کے غلام تھے، اب کیری لوگر بل کے ذریعے مکمل غلامی کا طوق گلے میں سجا دیا گیا ہے۔ ہمارا اصل جرم یہ ہے کہ ہم نے آزادی کی نعمت ملنے کے بعد اللہ کی ناشکری اور اس کے دین سے بے وفائی کا معاملہ کیا، جس کی سزا نااہل حکمرانوں کی صورت میں ہم بھگت رہے ہیں۔ ہماری بدنصیبی کہ ہم نے ان حکمرانوں کو خود اپنے سر پر مسلط کیا ہے۔ ہمارے منتخب وزیر اعظم کہہ رہے ہیں کہ ان معاملات کو پارلیمنٹ میں لانا قبل از وقت ہے۔ قوم کو بیچنے کے بعد ان معاملات کو پارلیمنٹ میں لانے کا کیا فائدہ ہوگا! دوسری طرف یہی عوامی حکومت بجلی کے نرخ بڑھا کر عوام کا خون نچوڑنے اور ملکی صنعت کی تباہی کا سامان کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا مجھ سے اور آپ سے تقاضا ہے کہ اللہ کی بندگی اختیار کی جائے اور اس کے دین کو غالب کرنے کی خاطر جدوجہد کی جائے۔ امریکہ کو سب سے زیادہ ڈر بھی اسی بات کا ہے کہ اگر یہ مسلمان جاگ گیا تو پھر ان کے شیطانی نظام کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ افسوس ہم رب کی وفاداری نہیں کر رہے بلکہ ہماری تمام ہمدردیاں ابلیسی نظام کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ رب سے بے وفائی کی سزا ہے کہ امریکہ بلا روک ٹوک پاکستان میں قدم جمانے اور پھیلانے میں لگا ہے۔ یہاں منی پینٹاگون بنانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور ہم بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ سرحد میں جگہ جگہ امریکی اڈے قائم ہو چکے ہیں لیکن ہماری سیاسی قیادت کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ان حالات میں ہمیں بچانے والا ہمارا رب ہے۔ اس کی وفاداری اختیار کر کے ہی ہم دشمن کے چنگل سے بچ سکتے ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

نماز جنازہ میں شرکت کی اہمیت اور فضیلت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ چھوٹا، بڑا، نیک، بد، غریب، امیر عالم، جاہل، پیر، مرید، حاکم اور محکوم غرض ہر ایک کا انجام موت ہے۔ جو فوت ہو جاتا ہے اُس کو قبر میں اتارنے کی ذمہ داری زندوں پر ہوتی ہے۔ اسلام ہی واحد سچا دین ہے، اس کے تمام طور طریقے اور احکام فطری اور اچھے ہیں۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ جب تمہارا کوئی فرد فوت ہو جائے تو اُس کو بڑے اکرام کے ساتھ الوداع کہو۔ فوت ہو جانے والے کو صاف پانی کے ساتھ صابن لگا کر اچھی طرح سے غسل دو۔ سفید کپڑے کے کفن میں اُسے لپیٹو۔ خوشبو لگاؤ اور پھر اُس کی نماز جنازہ پڑھ کر اُسے قبرستان کی طرف لے چلو۔ جو لوگ راستے میں جنازہ دیکھیں وہ میت کا اکرام کرتے ہوئے کھڑے ہو جائیں اور جن کو فرصت ہو وہ جنازے کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ میت کی چار پائی کو کندھا دینا بھی باعث اجر و ثواب ہے۔

نماز جنازہ کیا ہے؟ یہ ایک جامع اور خوبصورت دعا ہے جس میں اللہ کی حمد، رسول اللہ ﷺ پر درود اور پھر حاضر میت اور تمام مسلمانوں کی بخشش کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ جب نماز جنازہ پڑھ لی جاتی ہے تو میت کو قبر میں اتار دیا جاتا ہے۔ دفن کے بعد ایک مسلمان قبر کے سرہانے کی طرف دوسرا پاؤں کی طرف کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ دونوں سورۃ البقرہ کے اول و آخر سے چند آیات تلاوت کرتے ہیں۔ گویا لوگ بڑے اکرام کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کو اللہ کے سپرد کر کے واپس ہوتے ہیں۔

نماز جنازہ میں شرکت بڑی فضیلت کی بات ہے۔ بلکہ فوت شدہ کا زندوں پر حق ہے کہ وہ اُس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اُس کے لئے اللہ کے حضور بخشش کی دعا کریں۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر کسی محفل میں سے ایک آدمی بھی نماز جنازہ میں شامل ہو گیا تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب کو نماز جنازہ میں شامل سمجھا جائے گا بلکہ ثواب تو صرف اس کو ملے گا جس نے جا کر نماز جنازہ میں شرکت کی ہے البتہ جو لوگ شامل نہیں ہوئے وہ گناہ گار نہ ہوں گے۔ یہ رعایت صرف اس لئے ہے کہ شاید کچھ لوگ کسی حقیقی عذر کی بنا پر شامل نہ ہو سکتے ہوں تو وہ گناہ گار نہ ہوں۔

نماز جنازہ میں شمولیت بہت بڑا کار ثواب ہے۔ اس لئے احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ مومن ہونے کی حیثیت سے اور طلب ثواب کی غرض سے جائے، اس کے ساتھ رہے اس پر نماز پڑھے اور اس کی تدفین تک وہاں رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹتا ہے جس میں سے ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص صرف جنازہ کی نماز پڑھ کر لوٹ آئے اور دفن میں شریک نہ ہو اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

نماز جنازہ میں شامل ہونے سے ایک تو فرض کی ادائیگی ہوئی۔ دوسرے فوت شدہ کے لئے بخشش کی دعا مانگی گئی اور پھر اتنا بڑا اجر و ثواب پایا۔ یہ بات پیش نظر ہو تو کیا کوئی مسلمان موقع پا کر نماز جنازہ میں شرکت سے کیوں محروم رہے گا۔ جب کہ اُسے یہ بھی احساس ہو کہ ایک دن اُس کا جنازہ بھی تیار ہو گا اور لوگ اُس کی نماز جنازہ میں شریک ہو کر اللہ کے حضور اس کی بخشش کی دعا کریں گے۔ تو آج اگر یہ دوسروں کی نماز جنازہ میں شریک ہوتا ہے تو کل دوسرے لوگوں کو بھی توفیق ہو گی کہ وہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوں۔ حدیث کے الفاظ میں حصول ثواب کے لئے ایماناً واحتساباً کی شرط ہے۔ یعنی یہ عمل ایمان و یقین کی بنیاد پر ہو اور ثواب کی نیت سے کیا گیا ہو۔ یہ بات غور طلب ہے کہ محض رشتہ داری اور دوستی کے تعلق کی بنا پر یا میت کے لواحقین کا جی خوش کرنے کے واسطے اگر جنازے میں شرکت کی مگر اللہ اور رسول ﷺ کے حکم اور آخرت کا ثواب اس کے پیش نظر نہ تھا تو وہ اس ثواب عظیم کا مستحق کیسے ہو گا۔

پس جو شخص گلی محلے میں فوت ہو جانے والے ہر واقف یا ناواقف کے جنازہ کی نماز میں شرکت کرتا ہو، ظاہر ہے کہ اُس کی غرض حصول ثواب کے علاوہ کوئی دوسری نہیں۔ مگر صرف دوست احباب اور رشتہ داری کے تعلق کی بنیاد پر نماز جنازہ میں شمولیت تو محض دکھاوا اور مجبوری ہوتی ہے۔

نماز جنازہ میں جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنا ہی میت کے حق میں بہتر ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ کے حضور اس میت کے لئے سفارش کریں (یعنی مغفرت و رحمت کی دعا کریں) تو ان کی یہ سفارش اور دعا ضرور ہی قبول ہو گی (صحیح مسلم)
اس کے علاوہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اُس شخص کے لئے بھی بخشش کی خوشخبری سنائی ہے جس کی نماز جنازہ میں چالیس آدمی شریک ہو کر اُس کی بخشش کے لئے پر خلوص دعا کریں۔ اسی طرح اُس شخص کے لئے بھی بخشش کی نوید ہے جس کی نماز جنازہ میں تین صفیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان بندے کا انتقال ہو جائے اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ پڑھیں (اور اس کے لئے بخشش اور جنت کی دعا کریں) تو اللہ ضرور اس بندے کے واسطے (مغفرت اور جنت) واجب کر دیتا ہے۔ (سنن ابی داؤد) یہی وجہ ہے کہ جب کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں لوگوں کی تعداد کم ہو تو انہیں ضرور تین صفوں میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا اور اُس کی نماز جنازہ کے لئے بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے خادم خاص کریب کو کہا کہ جو لوگ باہر جمع ہو گئے ہیں اُن پر نظر ڈالو کہ وہ کتنی تعداد میں ہیں۔ کریب نے اطلاع دی کہ کافی لوگ ہیں۔ آپؓ نے پوچھا، کیا چالیس ہوں گے۔ تو کریب نے جواب دیا چالیس تو ضرور ہوں گے۔ اس پر عبداللہ بن عباسؓ کہنے لگے، اب جنازہ باہر لے چلو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ جس مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس کے جنازے کی نماز چالیس ایسے آدمی پڑھیں جن کی زندگی شرک سے بالکل پاک ہو (اور اس میت کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا اور سفارش کریں) تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش اس میت کے حق میں ضرور قبول فرماتا ہے (صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ زندوں کو چاہیے کہ فوت ہونے والوں کو پورے اکرام و احترام کے ساتھ غسل دیں۔ کفن پہنائیں اور تدفین کے لئے قبرستان لے جائیں۔ پھر نماز جنازہ میں زیادہ لوگ شرکت کر کے عنداللہ ماجور ہوں اور پورے خلوص

کے ساتھ میت کی بخشش کے لئے دعا کریں۔

یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ لوگوں کو نماز جنازہ کی دعائیں یاد نہیں ہوتیں اور وہ زبانی یاد بھی نہیں کرتے شاید نفسیاتی طور پر انہیں موت، میت اور جنازے کے الفاظ سے دہشت ہوتی ہے اور ڈر لگتا ہے۔ ورنہ جنازے کی دعائیں تو بہت مختصر سی ہیں اور تھوڑی سی توجہ سے یاد ہو جاتی ہیں، پھر موت کے ذکر سے گریز کریں گے تو موت ٹل تو نہ جائے گی اور کسی اٹل شے سے چشم پوشی چنداں مفید نہیں۔

نماز جنازہ کی دعائیں نہ صرف خود بلکہ اپنے بچوں کو بھی یاد کرانی چاہئیں تاکہ وہ اپنے والدین کے جنازے میں شامل ہو کر اُن کے لئے بخشش کی دعا کر سکیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جس باپ نے انتہائی جدوجہد اور مشقت اٹھا کر بچے کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ پھر مزید تعلیم کی خاطر بیرون ملک بھیجا اور بھاری اخراجات برداشت کئے۔ بچے نے مقصد حاصل کر لیا اور بڑا آدمی بن گیا۔ جب باپ کی وفات کا وقت آیا تو یہ صاحبزادہ جنازے میں کھڑا تو ہو گیا تو مگر دعا نہیں مانگ سکا۔ کیونکہ نہ تو اُسے فرصت ملی کہ نماز جنازہ کی دعائیں یاد کرتا اور نہ ہی باپ کو اس بات کا کبھی خیال آیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ نماز جنازہ کے چند الفاظ یاد کرا دیتا۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہے جب آدمی کو اپنے دین اور مذہب کے ساتھ لگاؤ ہو، آخرت پر ایمان مضبوط ہو، نماز روزے کی پابندی ہو۔ صرف دنیا کمانے اور عیش و عشرت کی طرف دھیان نہ ہو بلکہ یہ حقیقت ہر وقت ذہن میں مستحضر رہے کہ ایک دن میرا بھی جنازہ لوگوں نے کندھوں پر اٹھایا ہو گا اور دفن کے لئے قبرستان لے جا رہے ہوں گے اور قبر کے اندر ہی سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، نہ مال و دولت وہاں کام آئے گی اور نہ ہی ماں باپ اور اولاد۔ اس سے بڑی محرومی کیا ہو سکتی ہے کہ مرنے والا اپنے پیچھے مال و دولت تو چھوڑ گیا جو مفت میں ان وارثوں کے ہاتھ آئے گی جو اس کے لئے بخشش کی دعا بھی نہ کر سکیں۔ کیونکہ انہیں نماز جنازہ یاد نہ تھی۔

ایک بات اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مومن کے اعمال میں شرک نہ ہو کیونکہ جن لوگوں کی دعائے مغفرت میت کے حق میں قبول ہو گی رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اُن کے عمل میں شرک کا شائبہ نہیں ہونا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ شرک سے بیزاری انتہائی ضروری ہے۔ شرک میں ملوث ہونا نجات کے راستے کی بڑی رکاوٹ ہے۔ اس بات کو قرآن مجید میں متعدد مقامات پر واضح کیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی شرک سے بچنے کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔

اس گلشن ہستی میں لوگو تم پھول بنو یا خار بنو

انتخاب: فرید اللہ مروت

اس گلشن ہستی میں لوگو! تم پھول بنو یا خار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو

دنیا میں رستے دو ہی تو ہیں — اک کفر کا، اک اسلام کا ہے
یا کفر لگا لو سینوں سے — یا دین کے پہرے دار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو

کیوں حیراں ہو دوراہے پر — اک راہ پہ تم کو چلنا ہے
اسلام کا یا تو نام نہ لو — یا جرأت کے معیار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو

ذلت سے جہاں میں جی لو تم — یا جامِ شہادت پی لو تم
یا بزدل ہو کے چھپ جاؤ — یا ہمت کی تلوار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو

اک سمت گروہ فرعون کا ہے — اک سمت خدا کے عاشق ہیں
تم حق والوں سے مل جاؤ — یا باطل کے دلدار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو

اک سمت روش بوجہل کی ہے — اک سمت نبیؐ کا اُسوہ ہے
یا جھیلو آگ جہنم کی — یا جنت کے حقدار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو

یہ وقت نہیں ہے چھپنے کا — اب اصلی روپ میں آجاؤ
تم دین کے پہرے دار بنو — یا فرعونوں کے یار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو

یہ ذوق تمہارا کتنا ہے — یہ فیصلہ اب تو ہو جائے
یا ساغر آبِ کوثر کے — یا مغرب کے مے خوار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے کہ باکردار بنو
اس گلشن ہستی میں لوگو! تم پھول بنو یا خار بنو

[یہ نظم سی ڈی سے سن کر کمپوز کی گئی ہے۔ کوشش کے باوجود شاعر کا نام معلوم نہ ہو سکا]

ترجمہ: محمد نعیم

9/11 کے بعد کولمبیا انٹرنیشنل یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر

اسلام کے خلاف صلیبی تعصب

"یہ دعویٰ کرنا کہ اسلام کے معنی "امن" ہے، بالکل عوام کو گمراہ کرنے کا نعرہ ہے"

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ایونجلیکلز بہت ہی مطلوب ایجنڈا (امپریلزم اور کرسچنائزیشن) کی راہ میں مزاحم ہونے والی ہر چیز کو کچلا جانا تھا۔ طالبان کا اپنے ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوشش اسی زمرے میں آتا تھا۔ اس مہم کے پس پردہ اصل کار فرما قوت اس وقت ظاہر ہوگئی جب اگست 2001ء میں طالبان انتظامیہ نے انطونی کمیونٹی چرچ شیلٹر فار لائف (Antioch Community Church Shelter for Life) کے "ارکان ڈایا کیری اور ہیتھر مرکر کو گرفتار کیا۔ یہ دونوں ایک ریلیف ارگنائزیشن شلٹر فار لائف (Shelter for Life) نامی کے ساتھ کام کر رہے تھے، جو افغانستان کے علاوہ انگولا، بورنڈی، ہنڈوراس، ایران، عراق، انڈیا، کوسوو، میسڈونیا، پاکستان، تاجکستان اور مغربی سہارا میں بھی کام کر رہا ہے۔ دونوں گرفتار شدگان پر الزام تھا کہ وہ لوگوں کو عیسائی بنانے کے کام میں مصروف ہیں جو طالبان حکومت میں جرم تصور کیا جاتا تھا۔

ان مشنریز کی گرفتاری سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں طالبان کے خلاف پہلے سے بڑے پیمانے پر مصروف میڈیا کو ایک اور بہانہ بھی ہاتھ لگا۔ جس طرح امریکی حکومت نے سی آئی اے کے حکام کو ان دونوں کی رہائی کا کام سونپا، اور صدر بش نے وہائٹ ہاؤس کے لان پر سی آئی اے احکام کو تاکیدی احکامات دیئے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ طالبان حکومت کے خلاف کتنی سنجیدگی کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ یہ دونوں امریکی ایوانجلیکلز کی عالمی عیسائی تحریک کے کارکن تھے جو لوگوں کو اپنے مخصوص قسم کی عیسائیت اختیار کرنے کے مہم میں مصروف تھے۔ کیری اور مرکر نے کبھی اپنے کیے ہوئے سے انکار نہیں کیا۔ ان کے مذہبی پیشوا چیف ایبشائر نے پریس کو بتایا: "وہ دوسروں کی خدمت کرنا چاہتے تھے اور مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں سے متعارف کرنے کے لیے کام کرتے تھے، تاکہ وہ (لوگ) حضرت مسیحؑ کے بہت ہی منظم پیروکار بن سکیں"۔

بظاہر غریب ترین طبقہ کی خدمت ان کا نعرہ تھا۔ کیری اور مرکر کی ہالی ووڈ سٹائل رہائی پر وہائٹ ہاؤس میں منعقدہ ایک تقریب کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے صدر بش نے کہا: "یہ عقیدہ ہی تھا جس نے ان کو حوصلہ دلایا اور وہ مایوسی سے بچے رہے" کیری اور مرکر ریلیف سے زیادہ اور کام کر رہے تھے۔ وطن واپس پہنچ کر انھوں نے برملا تسلیم کرلیا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فلم کی نمائش اور عیسائیت کی تعلیمات والی کتب مسلم خاندان کے افراد کو مہیا کر کے وہاں کے ملکی قانون توڑنے کے مرتکب ہوئے تھے۔

ایک طرف طالبان حکومت ایوانجلیکلز اور دوسرے عیسائی مشنریوں کے لیے تشویش کا سبب بن رہی تھی تو دوسری طرف مسلمانوں میں بھی یہ احساس ابھرنا شروع ہوچکا تھا کہ ایک اسلامی حکومت کا قیام ایک ناگزیر ضرورت ہے، تاکہ منتشر مسلم قومیتوں کو ایک اُمۃ کی شکل میں منظم کیا جاسکے۔ طالبان کی کمزوریوں سے دوسرے مسلمانوں کو سبق سیکھنے کا ایک اچھا موقع ملا کہ وہ اسلامی طرز زندگی کو اپنانے کے لیے کونسا لائحہ عمل اختیار کریں کہ ایسی کمزوریوں سے بچایا جاسکے۔ اسی سے مشنریوں کو اپنے عالمی مقاصد کے متعلق تشویش پیدا ہوئی تھی۔ جنوبی کیرولینا کی کولمبیا انٹرنیشنل یونیورسٹی میں اسلام مخالف دُعائیہ مناجات سے اس سرکاری رویہ کی عکاسی ہوتی ہے جو ایک مدمقابل مذہب کے طور پر وہ اسلام کے خلاف اپنائے ہوئے ہے۔

ایوانجلیکلز کسی حریف مذہب (مثلاً اسلام) کو بحیثیت نظام زندگی اور انسانیت کے لیے ایک نمونہ کے طور پر کبھی بھی اُبھرنے نہیں دیں گے۔ 9/11 کے مابعد کولمبیا انٹرنیشنل یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر لگے ایک مضمون میں صلیبی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ "یہ دعویٰ کرنا کہ اسلام کے معنی "امن" ہے، بالکل عوام کو گمراہ کرنے کا نعرہ ہے۔"

مسلمان رہنماؤں نے اپنے ہدف کی نشاندہی کی ہے جو اسلام کو مغرب میں پھیلانا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام ایک عالمی بالادست طاقت بن جائے" مضمون کا عنوان ہے: نگار خالق واران لارسن جو یونیورسٹی میں مسلم سٹڈیز کا ڈائریکٹر ہے، افغان مشنری جان ویور کا تربیت کنندہ ہے۔ لارسن جو خود بھی ایک سابقہ مشنری ہے، یہ خوف محسوس کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عالمی بالادستی حاصل کرنے کی دوڑ میں عیسائیت پیچھے رہ جائے۔ اسلامی طرز حیات اختیار کرنے کے لیے مسلمانوں کی جدوجہد کی مخالفت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ 21ویں صدی کے نمایاں صلیبی مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے متعلق بھی اپنی سخت تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ لارسن کہتا ہے: "اسلام شرح پیدائش کے حوالہ سے دُنیا پر چھایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں ہمارے مقابلے میں بچے زیادہ تیزی کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں۔"

صاف دکھائی دیتا ہے کہ مذہبی محاذ اپنے سیاسی حلیفوں کی معیت میں مذہبی جنگوں کے ذریعے دُنیا پر اپنی بالادستی کے قیام کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ پیٹرک بکانن کہتا ہے: "عراق اور افغانستان کی جس جنگ میں ہم کود پڑے ہیں، یہ ایک سول مذہبی معرکہ ہے، جس کے نتیجہ میں یہ بات طے ہوگی کہ اسلامی دُنیا پر کون حکمرانی کرے؟ یعنی ایسے لوگ جن کی وفاداریاں امریکہ کے ساتھ ہیں یا وہ جو صیہونیوں، کفار، عیسائیوں اور ان کے معاونین سے اپنی سرزمین خالی کرنا چاہتے ہوں۔ مسلمانوں اور عربوں کے دل و دماغ جیتنے کے لیے جو کشمکش جاری ہے اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ گویا یہ معرکہ کسی 'اتاترک' اور آیت اللہ کے درمیان چل رہا ہے۔ مذہبی جذبہ کے زیر اثر سیاسی، علمی و ادبی، میڈیا اور عسکری محاذ پر مشتمل گروپ نیو کنزرویٹو تھنک ٹینک" کی تشکیل کے لیے ایک ایسے پراجیکٹ پر کام کر رہا ہے جو ایک ایسے نظریہ کو پروان چڑھائے جس کے بل پر

امریکہ دُنیا بھر پر بزورِ قوت بالادستی حاصل کرے ۔اس گروپ کا کام یہ ہے کہ مذہبی نظریہ اور امریکی برتری کے حق میں اور بین الاقوامی معاملات میں قانون کی حکمرانی سے انکار پر مبنی خیالات کا پرچار اور تشہیر کرے۔ گروپ کا مرکزی خیال ستمبر 2000ء میں ڈک چینی، رمزفیلڈ، پال اُلفووٹز، بش اور لیوس لیبی کے لیے لکھی گئی ایک رپورٹ سے صاف چھلکتا ہے۔ رپورٹ کا نام تھا ہے: "America,s Defenses"۔ اخبار ''سنڈے ہیرالڈ'' نے اس رپورٹ کو امریکی عالمی بالادستی کا ''بلیو پرنٹ'' قرار دیا تھا۔ (Project for the New Americans Century) PNAC کے ممبروں میں رچرڈ پرلے، ایلیٹ ابرامز اور ولیم کرسٹول جیسے لوگ شامل ہیں۔ اس کا ایک بنیادی رکن نارمن پوڈو رٹز ہے جس نے PNAC مشن اور عراق جنگ کو ''اسلام کے ریفارمیشن اور تجدید کا عمل قرار دیا''

سونا ما یونیورسٹی کے ''میڈیا سنسرڈ پراجیکٹ'' کے 2003-2002 کی سب سے اہم کہانی ''عالمی بالادستی کے لیے نیو کنزرویٹوز پلان'' (The New conservatives Plan for the Global Dominance) تھا۔ جان پلگر جیسے غیر جانبدار مبصرین کا خیال ہے کہ یہ ''مذہبی جوشیلے'' تمام دُنیا پر ایک متشدد اور غیر جمہوری نظام مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بش اور اس کے ساتھیوں (جو اپنے آپ کو لبرلز، لفٹ آف سنٹر اور مخالف فسطائی عناصر گردانتے ہیں) کی کارستانیاں فسطائی قوتوں سے کچھ ذرا بھی مختلف نہیں۔ اندرون خانہ باخبر لوگ بھی جان پلگر کے خیالات کا مکمل تصدیق کرتے آرہے ہیں۔ پلگر اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہے: ''سابقہ سینئر سی آئی اے تجزیہ کار میکگورن نے، جو کسی زمانے میں وہائٹ ہاؤس کے روزمرہ کے اعلامیہ تیار کرنے کے کام پر مامور تھا، مجھے بتایا کہ PANC کے مصنفین اور انتظامیہ کی مسندوں پر براجماں لوگوں کو ایک وقت واشنگٹن میں دیوانہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے آج ہمیں فسطائیت سے سابقہ پڑ رہا ہے۔''

اسی طرح 9/11 کے بعد بش انتظامیہ کے قانونی پالیسی کے معماروں میں سے ایک اہم شخصیت جان یُو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ دورِ جدید کے کروسیڈرز اور عہد قدیم کے فسطائیوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں۔ بحیثیت یوایس سینٹ جوڈیشری کمیٹی کے جنرل کونسلر یہ صاحب برملا کہتے ہیں کہ ایسا کوئی قانون نہیں جو بش کو کسی زیر حراست مشکوک شخص کے معصوم بچے پر تشدد سے روکے خواہ یہ تعذیب اس بچے کے خصیے توڑنے جیسے ظالمانہ اقدام کیونکہ نہ ہو۔

PNAC کی حقیقت تمام پبلک پر اس وقت واضح ہونے لگی جب صحافی نیل کیلیے نے ستمبر 2000ء کی رپورٹ کے متعلق 15 ستمبر 2002ء کو سنڈے ہیرالڈ میں مضمون لکھا۔ مضمون کے مطابق مذکورہ رپورٹ سے برطانوی لیبر ایم پی ٹام ڈلائیل بہت زیادہ غصہ ہوا تھا۔ ٹام ہاؤس آف کامنز میں نمایاں شخص تھا جس نے عراق جنگ کی شدومد سے مخالفت کی تھی۔ اُس کا اصرار تھا کہ یہ (PNAC) رپورٹ امریکہ کی عالمی بالادستی کے سلسلہ میں اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے نقشہ ہی کا بلیو پرنٹ ہے۔ اس نے اسے خیالی دُنیا میں رہنے والے ان امریکیوں کے ذہن کی اختراع قرار دیا جو تمام دُنیا کو کنٹرول کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

عوامی سطح پر دستیاب رپورٹوں سے جس ہدف کی نشاندہی ہوتی ہے وہ بظاہر خلیج کے حصے پر عسکری کنٹرول ہی تک محدود دکھائی دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی غیر متعین جنگوں، سعودی عرب اور کویت میں مستقل فوجی اڈے، چین پر دباؤ بڑھانے اور یو ایس سپیس فورسز (US.Space Forces) اور عالمی سطح پر کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم قائم کرنا بھی بیک وقت پیش نظر ہیں۔

لیکن زمینی حقائق کچھ اور بتاتے ہیں وہ یہ کہ ان کا واحد مقصد اسلامی نظریہ حیات کو زیر کرنا ہے جیسا کہ گزشتہ ابواب سے ظاہر ہے۔ آگے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ ''لبرلز'' اور ''ڈیموکریٹس'' کے لباس میں 21ویں صدی کے کروسیڈرز کو اگرچہ ان جنگوں سے مالی فوائد (بشکل تیل وغیرہ) بھی مطلوب ہیں، تاہم جو اہم ترین مقصد ان انتہا پسند فسطائی کروسیڈرز کے پیش نظر ہے وہ روحانی جذبہ کی (مذہبی) تسکین ہی ہے، جو وہ ہر نئی جارحیت اور مسلمان ممالک پر قبضہ کی شکل میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کی اکثریت PNAC کے متعلق لاعلم ہے۔ باخبر امریکی اس کی اصل حقیقت سے واقف ہیں۔ ایسے ہی ایک شخص TV Lies.org کے ایڈیٹر نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے: کسی بھی کھوجی کے لیے مجرم کی نشاندہی میں مدد دینے والی بنیادی چیزیں مقصد اور ذرائع ہیں (یعنی کسی جرم سے مجرم کا مقصد کیا تھا اور اس نے اس کے لیے کون سے ذرائع استعمال کیے) چونکہ 9/11 کے واقعات سے دُنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو گیا، لہٰذا PNAC کے اندر جو اہداف ہیں، وہ اُس سے صاف چھلکتا ہے جیسے آسانی کے ساتھ کسی ''اسلامی انتہا پسند'' سے منسوب کیا جا سکے۔

PNAC اکیلا نہیں درجنوں ایسے ادارے اور تھنک ٹینکس وجود میں آچکے ہیں جو امریکی سٹیٹ پالیسی کو اسلام کے خلاف اُبھارنے میں مصروف رہے ہیں۔ PNAC کا مرکزی دفتر واشنگٹن کے ڈاؤن سٹریٹ نمبر 17 پر واقع امریکن انٹرپرائز انسٹی ٹیوٹ (AEI) کے پانچویں منزل میں قائم ہے۔ AEI کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ نیو کنزرویٹو فارن پالیسی کے ایکسپرٹ اور سکالرز کو جمع کرنے کا اہتمام کرے، جن میں سب سے زیادہ بارسوخ وہ ہوتے ہیں جو PNAC کے ممبر ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ بش نے 26 فروری 2003ء کو ''نیو مڈل ایسٹرن آرڈر'' کے متعلق اپنے ویژن کا اعلان اسی AEI سے کیا تھا۔ پچی اسکوبار لکھتا ہے:

AEI اسرائیلی لیکوڈ پارٹی کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ ہے جس کا مشرق وسطیٰ کے متعلق امریکی خارجہ پالیسی پر زبردست اثر ورسوخ قائم ہے، اور یہ اسی AEI کے طفیل ہے۔ اس باہمی اشتراک والے مفید ماحول میں AEI کے ممبران کو لیکوڈنکس (Likudinks) کا نام دیا گیا ہے۔ ایسے میں اس بات پر کسی کو حیرانی نہیں ہو سکتی کہ AEI کے جو مخالف اسلام دانشور ہیں وہ اسلام سے بحیثیت مذہب اور بطور ایک نظام زندگی نفرت اور بیزاری میں کس حد تک آگے جا چکے ہوں گے۔ بش کا دعویٰ تھا کہ عراق کے لیے ضروری تھا کہ اُسے جمہوریت کے اُصول سکھائے جائیں۔ اس دعوٰی میں اس کے ساتھ AEI اور PNAC کے دانشور بیک وقت ہمنوا تھے۔ اور اُن کے ذہن بھی انہی خطوط پر سوچ رہے تھے جن پر بش سوچ رہا تھا۔ (جاری ہے)

حکمت کی باتیں

- جیسی صحبت میں بیٹھے ویسا نہ بنے۔
- ہر کام میں جلدی کرے اور نقصان نہ اُٹھائے۔
- ہمت و استقلال کو شعار بنائے اور مراد کو نہ پہنچے۔
- عورتوں کی صحبت میں بیٹھے اور رسوا نہ ہو۔
- دوسروں کے جھگڑوں میں پڑتا پھرے اور آفت میں نہ پھنسے۔
- دنیا سے دل لگائے اور پشیمان نہ ہو۔
- زیادہ باتیں کرے اور کوفت نہ اُٹھائے۔

مصر اسرائیل تعلقات ...... کیا کھویا، کیا پایا؟

ڈاکٹر الشیخ محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے نتیجہ میں مصر اور اسرائیل کے باہمی تعلقات قائم ہوئے تھے۔ اس معاہدے کی بابت عالمی ذرائع ابلاغ نے یہ تاثر دیا تھا کہ یہ معاہدہ مصریوں کے لیے خصوصاً اور مشرق وسطیٰ کے لیے عموماً امن وسلامتی کا نقطہ آغاز اور اقتصادی ترقی کا باعث بنے گا، لیکن نتائج اس کے بالکل برعکس نکلے۔

اس معاہدہ کے بعد علاقہ میں اسرائیلی جارحیت اور مختلف النوع جنگوں میں اضافہ ہوا اور مصری اقتصادی زبوں حالی نے قوم کا گلا گھونٹ دیا۔ ہر ذی شعور یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور سرکاری اعداد وشمار و رپورٹیں بھی اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ یہودیوں نے کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی آڑ میں مصری معاشرے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے، جن میں منشیات کی سمگلنگ اور فحاشی وایڈز کو عام کرنا سر فہرست ہے۔ نیز مصری اقتصادیات کو تباہ کرنے کے لیے اسرائیلیوں نے جعلی ڈالر مصر میں سمگل کیے اور ایسے زہریلے بیج، خوراک اور کھادیں سپلائی کیں جن سے مصری زراعت اور مویشیوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اس معاہدے کے نتیجہ میں ہی اسرائیلی جاسوسوں کو سیاحوں کے روپ میں مصری جاسوسی کرنے کا موقع ملا۔

اس سب کے باوجود ایک عرصہ سے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ امن وسلامتی اور پُر امن بقائے باہمی کے خوشنما نعروں کے نام پر یہ کوششیں ہو رہی ہیں کہ مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک بھی اسرائیل کے ساتھ ایسے ہی تعلقات قائم کریں۔ بالفرض اگر دیگر ممالک نے بھی اسرائیل کے ساتھ ایسا کوئی معاہدہ کیا تو اس کے کتنے بھیانک نتائج ہوں گے، درج ذیل حقائق سے اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

یہودی سیاح

مصر اسرائیل تعلقات کی بحالی کے بعد مصر میں اسرائیلی سیاحوں کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے بعد سے 1988ء تک 33% اسرائیلی سیاحت کی غرض سے مصر آئے جن کے خطرناک تخریبی عزائم کا اندازہ 1990ء میں مصر کے ایک ذمہ دار محکمہ کی طرف سے شائع ہونے والی رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے کہ زمینی راستوں سے آنے والے 80% سے زیادہ سیاح مصر میں طویل المدت قیام کرتے ہیں۔ وہ تیسرے درجے کے ہوٹلوں، پرائیویٹ مکانوں اور نوجوانوں کے ہاسٹلوں کے قریب رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ اس دوران وہ مصری نوجوانوں کی اخلاقیات کو بگاڑنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اپنے ہمراہ لڑکیاں اور منشیات بھی لاتے ہیں۔

یہودی سیاحوں کے مذموم مقاصد اخلاقیات کی تباہی تک ہی محدود نہیں۔ ان کا مقصد خطرناک متعدی امراض پھیلانا بھی ہوتا ہے کہ ان میں بہت سے سیاح ایڈز جیسی مہلک مرض میں مبتلا ہوتے ہیں...... بطور مثال ایک بدنام زمانہ کیس کا حوالہ دینا کافی ہے کہ 1990ء میں چارلس نامی یہودی سیاح کو گرفتار کیا گیا جو ایڈز کا مریض تھا اور اس نے مصر میں قیام کے دوران 200 غریب مصری بچوں کو پیسوں کا لالچ دے کر ان سے بدفعلی کی تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ایڈز کا مرض لاحق ہو، لیکن افسوس کہ اس مجرم کو چھڑانے کے لیے امریکہ نے مصر پر دباؤ ڈالا اور اسے کسی سزا کے بغیر چھوڑ دیا گیا۔

اسرائیلی اکیڈمی کا قیام

قاہرہ میں اسرائیل نے تحقیق و ریسرچ کے نام پر ایک اکیڈمی قائم کی ہے جس کے اہم مقاصد یوں ظاہر کیے گئے ہیں:

1۔ تمام ایسے اقدامات جن سے ثابت ہو کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے اختلافات بنیادی نوعیت کے نہیں۔

2۔ اسلامی تاریخ وثقافت کی تدوین نو (تا کہ یہودیوں کے تاریخی جرائم پر پردہ ڈالا جا سکے)

3۔ تعلیمی مناہج کا از سر نو جائزہ لینا تا کہ قابل حذف چیزوں کو نکال دیا جائے۔ (اس مقصد میں اسرائیلی کاوشیں رنگ لائیں اور تعلیمی مناہج سے ایسی تمام آیات واحادیث اور واقعات حذف کر دیے گئے جن میں یہود کی خباثت، خیانت، عہد شکنی اور اسلام دشمنی کا تذکرہ ہے)

4۔ ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ثقافتی وتاریخی مضامین و پروگراموں کا تبادلہ (اس منصوبہ کے ضمن میں ایسے پروگراموں کی اشاعت مقصود ہے جن سے عرب عوام کو یہ تاثر دیا جا سکے کہ فلسطین یہودیوں کی اصل سرزمین ہے)

اہل دانش اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان عناصر میں یہودیوں نے کس عیاری سے اپنے دور رس مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ واضح رہے کہ اس اکیڈمی کے انتہائی خطرناک خفیہ مقاصد اس کے علاوہ ہیں جن کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ سالوں میں پکڑے جانے والے اکثر اسرائیلی جاسوسوں کا تعلق اسی اکیڈمی سے تھا۔

جاسوسی

سیاحت کے بہانے آنے والے اسرائیلی مصر کے ہر کونہ میں پہنچ کا حساس مقامات اور اہم تنصیبات کے نقشے اور دیگر اہم معلومات جمع کر کے اسرائیل لے جاتے ہیں۔

1۔ اگست 1985ء میں مصریوں نے قاہرہ میں جاسوسی کرنے والے ایک گروہ کو گرفتار کیا جن میں اسرائیلی سفارت خانہ کے ملازمین، فوجی مشیر اور اسرائیلی اکیڈمی کے بعض ماہرین شامل تھے۔ ان کے ہمراہ دو امریکی بھی تھے جو رفاہی تعاون کے بہانے مصر آئے تھے۔ یہ گروہ اسرائیلی سفارتخانہ کے جدید ترین وائرلیس نظام کی مدد سے مصر کی تازہ ترین رپورٹ تل ابیب بھیجتا تھا۔

اسرائیلیوں نے جعلی ڈالر مصر میں سمگل کیے اور ایسے زہریلے بیج، خوراک اور کھادیں سپلائی کیں جن سے مصری زراعت اور مویشیوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا

2۔ جولائی 1987ء میں مصری وزارت خارجہ نے اسرائیل سے مطالبہ کیا کہ اسرائیلی اکیڈمی کے سربراہ کو واپس بلا لیا جائے۔ ساتھ ہی ایک تفصیلی رپورٹ میں اس کی جاسوسی سرگرمیوں کا تذکرہ بھی کیا گیا۔

3۔ جنوری 1989ء میں مصری پولیس نے قاہرہ کے ایک ہوٹل میں اسرائیل کا ایک بہت بڑا جاسوسی مرکز دریافت کیا۔

4۔ 1989ء میں اسرائیلی اکیڈمی قاہرہ کے تین ماہرین کو جاسوسی میں ملوث ہونے کے سبب مصر بدر کیا گیا۔

5۔ 1989ء میں چار اسرائیلی جاسوس پکڑے گئے جن کے پاس 7 برطانوی جعلی پاسپورٹ اور 19 مائیکرو فلمیں تھیں جن میں مصر کی فوجی تنصیبات کی بابت انتہائی اہم معلومات تھیں۔

6۔ 1992ء میں چار سیاحوں کو گرفتار کیا گیا جن میں تین یہودی، باپ، بیٹا، بیٹی اور ایک انگریز تھا۔ جاسوسی کا یہ کیس ذرائع ابلاغ میں "آل مصراتی" کے نام سے مشہور ہوا اور ان پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا گیا لیکن مصری قوم کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے اسرائیلی ٹی وی پر دیکھا کہ یہ چاروں جاسوس اسرائیل پہنچ چکے ہیں اور گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا جا رہا ہے۔ مصری حکومت نے انہیں کیوں رہا کیا، یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

جعلی ڈالروں کی سمگلنگ

گزشتہ عرصہ میں مصری اقتصادیات کو تباہ کرنے کے لیے اسرائیلی سیاحوں نے بھرپور کوششیں کیں، جن میں ڈالروں کی سمگلنگ سرفہرست ہے۔ اس طرح کے سینکڑوں کیس تو وہ ہیں جو پکڑے گئے۔ بطور مثال:

1۔ 1988ء میں اسرائیلی سیاحوں کے ہمراہ چالیس لاکھ جعلی ڈالر تھے جو پکڑے گئے۔

2۔ 1989ء میں گیارہ اسرائیلیوں کو گرفتار کیا گیا جن کے پاس بیس لاکھ جعلی ڈالر تھے۔ ان یہودیوں نے اعتراف کیا کہ وہ ایک خفیہ ایجنسی کے منصوبہ کے مطابق یہ کام کرتے ہیں جس کا مرکز تل ابیب میں ہے اور اس کا سربراہ ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر ہے۔ نیز یہ کہ وہ اس سے قبل کئی دفعہ جعلی ڈالروں کی کامیاب سمگلنگ کر چکے ہیں۔

3۔ اس مکروہ سازش میں یہودیوں کے مذہبی پیشوا بھی شریک ہیں کہ قاہرہ میں یہودی معبد کے قریب ایک یہودی پیشوا کو پکڑا گیا جس کے پاس ایک لاکھ تیس ہزار جعلی ڈالر تھے۔ الغرض سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 1984ء میں جعلی ڈالروں کی سمگلنگ کے 34 اور 1989 سے 1990 تک 145 کیس پکڑے گئے۔

یہودی سیاحوں کے مذموم مقاصد اخلاقیات کی تباہی تک ہی محدود نہیں، ان کا مقصد خطرناک متعدی امراض پھیلانا بھی ہوتا ہے کہ ان میں بہت سے سیاح ایڈز جیسی مہلک مرض میں مبتلا ہوتے ہیں

زراعت کی تباہی

دوستی کی آڑ میں دشمنی کرنے والے بزدل اسرائیلیوں نے مصری قوم کو خطرناک قحط سالی میں مبتلا کرنے کی مسلسل کوششیں کیں، جن کا آغاز 1984ء میں زرعی تعاون کے معاہدے سے ہوا۔ اس میں مصر کی زرعی اراضی پر تحقیق و ریسرچ کے لیے اسرائیلی و مصری ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور امریکی حکومت نے مالی اخراجات اپنے ذمہ لیے۔ اس معاہدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

1۔ 1984ء سے 1990ء تک اسرائیل کے 1550 زرعی ماہرین نے مصر کا دورہ کیا جبکہ مصر کے صرف 180 زرعی ماہرین نے فلسطین کا دورہ کیا۔ یوں مصر کے زرعی پروگرام میں اسرائیلیوں کا اثر و رسوخ بڑھنا شروع ہوا، اور انہوں نے زرعی تحقیق کے بہانے وسیع اراضی پر مشتمل ایسے زرعی فارم بنا لیے جن میں اسرائیلیوں کے علاوہ کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ فارم مصر کے مشہور علاقوں جیزہ، شرقیہ، اسماعیلیہ اور بحیرہ میں موجود ہیں۔

2۔ مصری زراعت کے تفصیلی تجربات کے بعد یہودیوں کی تخریبی سرگرمیوں کا آغاز یوں ہوا کہ انہوں نے مصری زمینداروں کو ایسے بیج فراہم کیے جن کا جھاڑ اور پھل ابتداءً ایک دو سال بہت اچھا تھا۔ نتیجتاً یہ بیج بہت مقبول ہوئے، لیکن مصریوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب یہ انکشاف ہوا کہ ان بیجوں کی پیداوار میں مختلف بیماریاں جنم دینے والے زہریلے اثرات ہیں، خصوصاً گردہ کے امراض۔ نیز ان بیجوں کے استعمال سے زمین کی مٹی میں بھی ایسے جراثیم پھیل گئے جن سے پیداوار کم ہوگئی ہے۔ صرف 1989ء میں اس قسم کے 446 کیس پکڑے گئے۔

3۔ 1986ء مصری حکام نے اسرائیل سے درآمد شدہ 300 ٹن کھاد قبضہ میں لی، کیونکہ عالمی سطح پر اس کا استعمال ممنوع ہے اور یہ فصلوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ 1990ء میں عالمی محکمہ خوراک و زراعت نے انکشاف کیا کہ بعض اسرائیلی کمپنیوں نے 150 ٹن زہریلی کھاد مختلف ملکوں کو سپلائی کی، اس میں سے دس ہزار ٹن کھاد مصر کو سپلائی کی گئی جبکہ عالمی سطح پر اس کھاد کا استعمال ممنوع ہے۔

4۔ کیڑے مار زرعی ادویات کی نگرانی کرنے والے ایک عالمی ادارہ نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل نے مصر اور تیسری دنیا کے بعض ممالک کو بارہ اقسام کی ایسی کیڑے مار ادویات سپلائی کی ہیں جو بانجھ پن اور سرطان کا سبب بنتی ہیں، حتیٰ کہ رحم مادہ میں بچے کی صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ چھڑکاؤ کے درمیان یہ جس کنویں یا ڈیم پر گرتی ہیں اس کے پانی میں بھی یہ مضر اثرات چھوڑتی ہیں۔

5۔ مصر میں مرغی کے گوشت کی پیداوار تین لاکھ پانچ ہزار ٹن سالانہ سے کم ہوکر 1990ء میں ایک لاکھ پینتیس ہزار ٹن رہ گئی اور مرغیوں کے 1863 فارم مقروض ہوگئے اور سینکڑوں فارم بند ہوگئے، چونکہ بعض اسرائیلی کمپنیوں نے زہریلی خوراک اور بیماریوں کے حامل انڈے اور چوزے مرغی فارموں کو مہیا کیے اور یہ تاثر دیا کہ یہ بہترین نسل ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ یہودیوں کے مظالم صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ جانوروں کی معصوم زندگی بھی ان کی زد میں ہے۔

شہد کی مکھی

مصر میں 1990ء کے دوران شہد کے دس لاکھ چھتے ناکارہ ہوگئے، جس سے شہد کی پیداوار میں 80% کمی واقع ہوئی اور شہد کی قیمت میں تین گنا اضافہ ہوگیا کیونکہ اسرائیل نے پالتو مکھیوں کے ایسے چھتے مصر کو برآمد کیے جو متعدی امراض میں مبتلا تھے اور مصر میں موجود مکھیوں کی بیماری اور موت کا سبب بنے۔ یہ صورتحال واضح ہونے پر مصریوں نے نگرانی شروع کی تو اس طرح کے ایک سو کیس پکڑے گئے جو اسرائیل سے مصر بھیجے جا رہے تھے۔

مچھلیاں اور پانی

بحیرۂ احمر پر مصری ساحل کی لمبائی اڑھائی سو کلومیٹر ہے، لیکن اس ساحل کے پینتالیس کلومیٹر حصہ کی تو مکمل نگرانی کی جاتی ہے جبکہ بقیہ ساحل پر صرف چوکیاں قائم کی گئی ہیں تاکہ غیر قانونی آمد و رفت اور سمگلنگ کی روک تھام کی جا سکے۔ یہودیوں نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی بار اس ساحلی پانی کو ملوث کرنے کی کوشش کی۔ گویا یہودیوں کی مجرمانہ سرگرمیوں نے سمندری پانی اور مچھلیوں کو بھی معاف نہیں کیا۔

1۔ 23 اکتوبر 1989ء کو مصری بحریہ نے ایک یہودی کپتان کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جب وہ بحری جہاز کے ذریعے پٹرول پھینک کر سمندری پانی کو ملوث کر رہا تھا۔

2۔ 12 ستمبر 1989ء کو صحرائے سینا کی جنوبی جانب سمندری پانی کو زہریلا کرنے کی ایک بہت بڑی کوشش اس وقت ناکام بنا دی گئی جب تین سو میٹر کے علاقہ میں زہر پھیلایا جا چکا تھا۔ اگر یہ یہودی سازش مکمل ہو جاتی تو سینکڑوں کلومیٹر علاقہ میں بیسیوں سال تک کوئی مچھلی اور سمندری جانور زندہ نہ رہ سکتا۔

منشیات کی سمگلنگ

قوموں کی تباہی و بربادی کا کون سا ہتھیار ہے جو یہودیوں نے دوستی کے نام پر مصری قوم کے خلاف نہ آزمایا ہو! منشیات کی سمگلنگ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مصری وزارت داخلہ کی رپورٹ کے مطابق صرف 1989ء میں منشیات کی سمگلنگ کے 4457 کیس پکڑے گئے جن میں یہودیوں نے اکیاون ٹن حشیش اور وسیع مقدار میں ہیروئن و افیون مصر سمگل کرنے کی کوشش کی۔ ان میں اسرائیلی اکیڈمی قاہرہ کے پانچ زرعی ماہرین بھی گرفتار ہوئے۔ منشیات کی سمگلنگ کے ایک بہت بڑے یہودی مجرم طحان کو سزائے موت سنائی گئی لیکن تا حال اس پر عمل درآمد نہیں ہوا جبکہ اسی جرم میں ملوث ایک صومالی اور دوسرے پاکستانی باشندے کی سزائے موت پر عمل درآمد ہو چکا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں اسرائیلی جرائم کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ امن و سلامتی، پُر امن بقائے باہمی، زرعی، تجارتی اور ثقافتی تعاون کے خوشنما نعروں کے نام پر یہودیوں نے کس قدر خباثت، خیانت اور غداری کی۔ یہ رپورٹ ان ملکوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جو اسرائیل سے تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ ”مکالمہ بین المذاہب“ لاہور)

مومن کا مقام: سربلندی و سرفرازی

ملک عتیق الرحمٰن

نورِ ہدایت قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین بندے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اس دنیا میں نازل فرمایا۔ یہ ایک ایسا نسخۂ سربلندی و سرفرازی ہے جس کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر آج بھی مسلمان دنیا میں سپر پاور کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس مقدس کتاب میں ایک کامیاب انسانی زندگی گزارنے کے لیے مکمل رہبری اور راہنمائی موجود ہے، جس کی مدد سے ہم نہ صرف اس فانی و عارضی دنیا کی کامیابیاں اور عزت و نصرت حاصل کر سکتے ہیں بلکہ آخرت کے مستقل جہاں میں بھی سرخروئی پا سکتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾﴾ (آل عمران)

”تم ہی (دنیا میں) سربلند ہو گے اگر تم مومن (صادق) ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ نزولِ قرآن سے لے کر جب تک مسلمانوں نے قرآنی احکامات و تعلیمات کو اپنی زندگی کا شعار بنائے رکھا اس وقت تک وہ دنیائے علم و حکمت پر حکمرانی کرتے رہے۔ پھر مسلمانوں نے اس نسخۂ کیمیا کی رہنمائی سے روگردانی کر دی اور اس کو مکمل طور پر محض ایک مقدس صحیفہ قرار دے کر طاقچوں کی زینت بنا دیا۔ نتیجتاً آج دنیا بھر کے مسلمانوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا ہے۔ شیطانی طاقتیں پوری شدت سے اسلام کے شجرِ برحق کو کھا رہی ہیں اور دنیا بھر میں مسلمان گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں۔ بقول حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ ۔

عہدِ نو برق ہے، آتش زنِ ہر خرمن ہے
ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے
ملتِ ختمِ رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے
آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اس پر مستزاد یہ کہ اس عظیم قتل و غارت گری پر کوئی موثر آواز بلند نہیں ہو رہی ہے۔ آج ہم مسلمان تو ہیں، مومن نہیں ہیں۔ جب تک ایمان کی شرائط کی پوری تکمیل نہ ہو گی اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی سربلندی و سرفرازی عطا نہیں کرے گا، خواہ ہم دنیا کی تمام ایٹمی طاقت ہی کیوں نہ حاصل کر لیں۔ بقول شاعر مشرقؒ ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

مسلمان اسلامی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہو کر اور قرآن کریم کی تعلیمات سے رہبری و رہنمائی حاصل کر کے دنیا میں باعزت قوم کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ایک ایسا اسلامی معاشرہ جہاں کے باسی ایمان کے عملی تقاضوں پر پورا اترتے ہیں، اس معاشرے یا قوم کو سپر پاور بننے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

معزز مسلمانانِ پاکستان! میری دعوت ہے کہ اس نورِ ہدایت کو طاقچوں سے نکال کر اپنی عملی زندگیوں میں سرایت کر دیں، تاکہ ایک مکمل اسلامی معاشرہ وجود میں آ سکے۔ ملک کا اقتدار مومنین مسلمانوں کو دلایا جا سکے تاکہ امر و نہی کے فرائض کو پورا کیا جا سکے۔ اسی طریقہ سے اسلامی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ یہی راستہ ہے دنیا میں سربلندی اور سرفرازی حاصل کرنے کا، ورنہ موجودہ مایوسی، ذلت اور مسائل سے دوچار حالات تو ہمارا مقدر ہیں ہی۔

آخر میں حکیم الامتؒ کی ایک نصیحت عرض ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

پاکستان کے خلاف جاری نفسیاتی جنگ اور اس کے اہداف (II)

لطیف حسن گورگان

(گزشتہ سے پیوستہ)

انسانی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو جن نظریات نے انسانوں کو سب سے زیادہ اور دائمی طور پر متاثر کیا ہے وہ الہامی مذاہب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی نصف سے زائد آبادی اسلام اور عیسائیت کے زیر اثر ہے اور کرۂ ارض کا آدھے سے زیادہ رقبہ بھی انہی دونوں مذاہب کے قبضے میں ہے۔ ان مذاہب کے ظہور پذیر ہونے کے بعد دنیا کی امامت بھی انہی میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں رہی ہے اور آئندہ بھی اسی کا امکان ہے۔ اسی لیے سماجی و سیاسی ماہرین کے ساتھ ساتھ جنگی ماہرین بھی مذہب کو نہایت اہم قوت محرکہ قرار دیتے ہیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی کی نیشنل ریسرچ کونسل کی مرتب کردہ کتاب Psychology for Armed Services میں مذکور ہے کہ جنگی دستے جب خطرات اور موت کا سامنا کرتے ہیں تو اللہ کی ذات پر پختہ یقین اور اخلاقیات سے وابستگی ان کے مورال کو بڑھانے کا سب سے اہم محرک ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلح افواج نہ صرف مذہبی اعتقاد کی حمایت کرتی ہیں بلکہ ہر یونٹ میں باقاعدہ علماء (chaplans) کا تقرر کیا جاتا ہے تاکہ سپاہیوں کی روحانی ضروریات کو پورا کیا جاسکے اور انہیں مذہب کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کا موقع مل سکے۔ اس کے ساتھ ہی وہ واضح کرتے ہیں کہ مذہب کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسے فوری طور پر آشکار کیا جائے اور نتیجتاً فرد کا مورال بڑھ جائے، یہ دل و دماغ میں موجود بھی ہو تو اسے پروان چڑھانے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ بچے کی سوچوں اور عادات میں اسے والدین اور گھر کے ماحول کے ذریعے داخل کیا جائے۔

کم و بیش ہر مذہب افراد کو دھوکہ دہی، بددیانتی، ناجائز طریقوں سے ترقی کرنے اور دولت جمع کرنے سے روکتا ہے جبکہ انہیں تعلیم، محنت و دیانت سے پیسہ جمع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ معاشرتی سطح پر افراد کو کچھ اخلاقی حدود و قیود کا پابند بناتا ہے جس سے معاشرے میں تحفظ، امن اور بھائی چارے کا احساس بڑھتا ہے۔ مذہب سے دوری مادیت پسندی و مایوسی کو جنم دیتی ہے اور ایسی کیفیات افراد کو قومی اور اجتماعی دائرے سے نکال کر ذاتی اور گروہی دائروں میں قید کر دیتی ہیں۔ پھر اسے اپنے قومی مقاصد اور نظریاتی تشخص سے زیادہ اپنے ذاتی اور سطحی مفادات کے تحفظ کی فکر دامن گیر رہتی ہے، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض سیاستدان اسمبلی میں پہنچ کر اپنے حلقے کے لیے کچھ کریں یا نہ کریں لیکن اپنی ذاتی مراعات اور استحقاق کا واویلا ضرور مچائیں گے۔ یا جیسے کہ کوئی سیاسی گروہ شور مچاتا ہے کہ ہم قومی مفاد کے لیے فلاں پارٹی یا حکومت سے اختلاف رکھتے ہیں مگر بعد میں پتہ چلتا ہے کہ مسئلہ تو چند کروڑ روپوں یا بچوں کو گرین کارڈ دلوانے کا تھا۔ اس میں وہ تاجر بھی شامل ہیں جو ذرا سے منافع کے لیے اپنی نظریاتی اور معاشرتی اقدار کی قیمت پر دشمن سے دوستی اور تجارت کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو ایسی شخصیات اپنے نہیں بلکہ ملک کے مستقبل سے مایوس رہتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ پیسہ کما کر کسی ترقی یافتہ ملک میں منتقل ہونے کے لیے تیار رہتی ہیں، جس کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ عوامی سطح پر ایسی کیفیات خودکشی اور جرائم میں اضافے جیسے رجحانات کا باعث بنتی ہیں جو بحران کے عالم میں کسی قوم کے لیے سم قاتل ثابت ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر بحث کر چکے ہیں، مذہب سے وابستگی حالات امن و جنگ دونوں صورتوں میں قوم کے لیے سودمند ثابت ہوتی ہے۔ اس وابستگی کو کمزور کرنے کے لیے سائنسی توجیہہ اور زمینی حقائق کی آڑ میں کام کیا جاتا ہے۔ اسلام میں فرشتوں اور وحی پر یقین کے بغیر ایمان ادھورا رہتا ہے۔ ماضی میں سرسید خان کے ذریعے ایسے عقائد پر حملہ کیا گیا کہ مذہب سے ان چیزوں کو نکال دو جو عقل اور سائنس کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتیں۔ اب یہ حملے زیادہ جامع اور تاثر انگیز ہو چکے ہیں۔ اب روشن خیالی، سیکولر اسلام، لبرل ازم، سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے نام پر اسلامی عقائد اور روایات کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اگرچہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ دنیا میں روشن خیالی، مساوات، ویلفیئر سٹیٹ اور انسانی حقوق کو متعارف کروانے والا اسلام ہی ہے مگر استعماری آلہ کاروں کو حق نمک ادا کرنے کے لیے اس سے نظریں چرانا ضروری ہے۔

نظریات کے بعد اہم ہدف ثقافتی رویے ہیں۔ تمام ماہرین عمرانیات اس بات پر متفق ہیں کہ ثقافت بنیادی طور پر قوم کے روحانی یا مذہبی اعتقادات کی آئینہ دار ہوتی ہے اور خطے کے جغرافیائی یا موسمی حالات کا اثر ثقافت میں محض جزوی ہی ہوتا ہے۔ دشمن کی رسوم اور رہن سہن کو اپنا کر کوئی قوم بالواسطہ طور پر اپنے مذہبی اور سماجی نظریات سے دستبردار ہو رہی ہوتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ اپنی شناخت سے محرومی اور شکست کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس تناظر میں ہماری ثقافتی رویوں پر نہایت عیاری سے مسلسل اثر انداز ہونے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر گزشتہ دنوں PTV پر NOKIA موبائل کا اشتہار آتا رہا، جس میں بچی ماں سے پوچھتی ہے کہ وہ کون ہے جو مجھے صبح اٹھاتا ہے، میوزک سنواتا ہے، ڈانس کراتا ہے تو ماں فوراً جواب دیتی ہے کہ میں۔ اس پر بچی کہتی ہے: نہیں میرا نیا NOKIA۔ اگر ہم اپنے موجودہ ثقافتی رویے پر غور کریں تو ایک مسلمان یا پاکستانی ماں صبح اٹھ کر بچوں کو نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت پر ہی مائل کر سکتی ہے جبکہ میوزک سنوانے اور ڈانس کروانے والی ماں ہندو تو ہو سکتی ہے، پاکستانی یا مسلمان نہیں۔ اگر ایک پاکستانی ماں اپنے بچوں پر واضح کر دے کہ صبح اٹھ کر ایسی حرکات غیر پاکستانی یا غیر اسلامی ہیں تو کسی حد تک اس کے مضر اثرات سے بچا جا سکتا ہے ورنہ اس اشتہار میں چھپا پیغام اگر بچے نے بغیر کسی حجت کے قبول کر لیا تو پھر یہی رویہ اس کے دماغ میں جڑ پکڑ سکتا ہے۔ ایسے بہت سے اشتہارات، ٹاک شوز و دیگر پروگرامز بہت بڑی تعداد میں آن ایئر جا رہے ہیں جن پر کوئی نظریاتی بندش نہیں اور

غیر محسوس طور پر بعض پاکستانی ٹی وی چینلز ہندوستانی لباس ورسوم اور ہندی الفاظ کو ہماری نفسیات میں شامل کرتے جارہے ہیں جو دوررس منفی اثرات کا باعث بن رہا ہے۔

اب ہم ان طریقوں کی طرف آتے ہیں جن کے ذریعے کسی قوم کے معاشرتی و نظریاتی تشخص اور خیالات میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

نفسیاتی جنگ میں لفظوں کی بڑی اہمیت ہے۔ الفاظ اگر مخاطب کی شخصیت، خیالات اور اپنے ساتھ تعلقات کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے ادا کیے جائیں تو اس پر گہرا تاثر چھوڑتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ میں جذباتیت، کشش اور سنسنی ہو جو پڑھنے یا سننے والے کو اپنی گرفت میں لے کر مسحور کردے، جیسے بھٹو نے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا جس کا تاثر آج بھی پی پی کے ووٹوں کی صورت میں قائم ہے۔ گزشتہ دور میں بھی ایک نعرہ سامنے آیا کہ سب سے پہلے پاکستان۔ کہنے کو یہ چند الفاظ ہیں لیکن اندر بہت گہرائی اور قوت محرکہ لیے ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ سننے میں بہت اچھے ہیں، اپنے ملک کے لیے کچھ کرنے کی ترغیب ہے، حب الوطنی ہے مگر جیسے جیسے خوشامدیوں اور دسترخوانیوں کی طرف سے اس پر تبصرے شروع ہوئے اس کا تاثر بدلتا چلا گیا۔ جیسے کہ یہ کہا گیا کہ اسلام کے نام پر کیوں دنیا کے ہر کونے میں دوڑے چلے جارہے ہیں، ہمیں پہلے اپنے ملک کو دیکھنا چاہیے۔ یا یہ کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا درد ہے، اپنے مسائل کی فکر نہیں، ہمیں پاکستان کو پہلے دیکھنا ہوگا۔ یعنی بالواسطہ طور پر ہمیں اسلامی امت کے سمندر سے نکال کر قومیت کے تعفن زدہ گھڑے میں دھکیلنے کی کوشش ہورہی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ پاکستانی قوم کہاں ہے؟ پاکستانی قوم تو اسلام کے نام پر جمع چند اقوام کے مجموعے کا نام ہے۔ اگر آپ اسلام کو درمیان سے نکال دیں تو باقی سندھی، پنجابی، بلوچی اور پٹھان تو بچتے ہیں، پاکستانی نہیں۔ بنگالیوں نے اسلام کے نام پر جدوجہد آزادی میں حصہ لیا، قربانیاں دیں اور پاکستانی کہلا کر فخر سے نعرے لگائے مگر ایسے ہی منظم منصوبہ بندی کے ذریعے جب ان میں اسلام کو نکال کر قومیت اور لسانیت کے بیج بوئے گئے تو نتیجہ ہم سب نے دیکھا۔

الفاظ کے بعد تبصروں کے ذریعے ٹارگٹ قوم کی نفسیات کو چھیڑا جاتا ہے۔ تبصرہ کا بنیادی مقصد پہلے سے موجود خیال کو دھندلانا اور ایک نیا خیال سامنے لانا ہوتا ہے، جیسے کہ دو قومی نظریے کے خلاف اس وقت شدت سے کام جاری ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑا جاتا ہے۔ گزشتہ عرصہ میں ایک مقتدر ترین سیاسی شخصیت کی طرف سے یہ کہا گیا کہ دو قومی نظریہ ماضی کا حصہ بن چکا ہے جب کہ پاکستان کے مطالبے کی بنیاد ہی دو قومی نظریے کو بنایا گیا تھا۔ پوری جدوجہد آزادی اور قائد و اقبال کی تقاریر و تحاریر ہمارے سامنے ہیں۔ اسی نظریے کو عملی شکل میں ڈھالنے کے لیے لاکھوں جانوں کی قربانیاں دی گئیں اور ایک الگ وطن حاصل کیا گیا۔ اب اگر ہم کہتے ہیں کہ یہ نظریہ ماضی بن چکا ہے تو بالواسطہ طور پر ہم اپنی جدوجہد آزادی، قیام پاکستان کے مقاصد اور اپنے اکابرین کی فراست کو بے معنی اور لغو قرار دے رہے ہیں۔ گویا ہم یہ چاہتے ہیں کہ دوبارہ سے ہندوستان کا ایک صوبہ بن جائیں مگر کھل کر کہنے میں قوم سے ردعمل اٹھے گا اس لیے غیر محسوس انداز میں موجودہ خیال کو دھندلایا جارہا ہے اور ایک نئے خیال کا دھندلا سا عکس پیش کیا جارہا ہے جو یقیناً قومی سوچ میں نظریاتی خلا پیدا کررہا ہے۔

نفسیات اور پروپیگنڈے کی جنگ میں ماہرانہ طریقے سے کسی موجود حقیقت کے بارے میں ابہام پیدا کرکے ہدف کو مائل کیا جاتا ہے کہ وہ اسی حقیقت کو ایک دوسرے رُخ سے دیکھے۔ مثلاً ایک تجویز دی گئی کہ "کنٹرول لائن پر پاک و ہند کی افواج کو مشترکہ گشت کرنا چاہیے"۔ موجودہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان مسلم اکثریتی علاقے (کشمیر) پر غاصبانہ طور پر قابض ہے، وہاں کے عوام پر ناجائز ظلم وستم کا مرتکب ہورہا ہے اور پاکستانی علاقے پر بلااشتعال فائرنگ کے ذریعے سرحدی آبادی کو نقل مکانی پر مجبور کرتا ہے۔ اب اس تجویز سے یہ نئی حقیقت سامنے آرہی ہے کہ ہندستانی بے چارے تو بہت معصوم اور امن پسند ہیں، کشمیر میں عوامی سطح پر کوئی جدوجہد آزادی نہیں بلکہ یہ تو مفسدوں اور دہشت گردوں کا ایک ٹولہ ہے جس کے قلع قمع کے لیے ہمیں شریف النفس ہندوستانیوں کی مدد کرنی چاہیے۔

ان نفسیاتی حملوں کی شدت اور ہمہ گیریت کا یہ عالم ہے کہ گزشتہ سالوں میں بے شمار انڈین فلمیں اس مرکزی خیال کے ساتھ پیش کی گئیں کہ موجودہ سرحدیں نفرت اور خون کی بنیاد پر قائم کی گئی ہیں۔ ان فلموں میں ایسے مکالمے نوجوان نسل کے پسندیدہ فنکاروں سے بڑی جذباتی کیفیات میں ادا کروائے جاتے ہیں جو کچے ذہنوں پر گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔

ایسے ہی الفاظ، تبصروں اور تجاویز کے ذریعے مذہبی و معاشرتی قوانین پر بھی زد لگائی جاتی ہے۔ ہر مذہب اور معاشرہ افراد کو پُرامن بنانے باہمی سے زندہ رہنے کے لیے کچھ اصول وضوابط دیتا ہے اور ان کے نفاذ کے لیے کچھ قوانین متعارف کرواتا ہے۔ قوانین کسی قوم کے مذہبی یا معاشرتی نظریات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اگر کسی طرح ان قوانین کو غیر واضح، ظالمانہ اور انسانی ضروریات سے غیر آہنگ ثابت کردیا جائے تو اس کی براہ راست زد اس قوم کے نظریاتی تشخص پر پڑتی ہے۔ آج بعض طبقات مطالبہ کرتے ہیں کہ وحشیانہ اسلامی سزاؤں کا خاتمہ کیا جائے یا یہ کہ خواتین کے خلاف امتیازی اسلامی قوانین کو تبدیل کیا جائے۔ اسلامی قوانین بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہیں: حد اور تعزیر۔ حدود وہ سزا ہے جو کسی جرم کی پاداش میں خدائے بزرگ و برتر یا اس کے نمائندے یعنی رسول ﷺ نے طے کردی ہو، جس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں جبکہ تعزیر کو قاضی (جج) کی صوابدید پر چھوڑا گیا تاکہ وہ جرم کی نوعیت اور حالات وغیرہ کے مطابق سزا کا تعین کرسکے۔ اب خدا کی مقرر کردہ حدود کو وحشیانہ، غیر انسانی اور امتیازی قرار دے کر عوام کو کنفیوز کیا جارہا ہے جو بہت دُور رس اثرات کا حامل ہے۔ (جاری ہے)

آٹھ آدمیوں پر تعجب ہے!

❖ تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو اور پھر بھی ہنسے۔
❖ تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ یہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔
❖ تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔
❖ تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔
❖ تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔
❖ تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر بھی کسی اور کا ذکر کرے۔
❖ تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر بھی کسی چیز میں راحت پائے۔
❖ تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اسی کی اطاعت کرے۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کے حوالے سے

انجمن خدام القرآن سندھ کے صدر

محترم اعجاز لطیف صاحب کے ساتھ ایک گفتگو

محمد سمیع

محترم اعجاز لطیف صاحب کافی طویل عرصے تک کراچی کی ایک مقامی تنظیم کے امیر رہے ہیں۔ آج کل وہ انجمن خدام القرآن سندھ کے صدر کے منصب پر فائز ہیں۔ انہیں کراچی میں تنظیم کے بہترین مدرسین و مترجمین قرآن میں سے ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی ربع صدی کی تکمیل کے موقع پر ان سے گفتگو کا موقع حاصل ہوا۔

محترم اعجاز لطیف صاحب کی پیدائش 1952ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی۔ تعلیمی صلاحیت کے اعتبار سے وہ ایم بی اے ہیں اور اس وقت پی آئی اے میں ڈپٹی جنرل منیجر (فنانس) کے عہدے پر فائز ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ سے ان کا تعارف 1979ء میں لاہور میں ہونے والی دس روزہ قرآنی تربیتی پروگرام کے دوران ہوا۔ ان دنوں محترم اعجاز لطیف لاہور میں تعلیمی مراحل طے کر رہے تھے۔ اس کے بعد وہ بانی تنظیم اسلامی کے مسجد شہداء کے خطابات جمعہ میں شرکت کرتے رہے۔ ایم بی اے کرنے کے بعد وہ 1967ء میں پی آئی اے میں ملازمت کے سلسلے میں کراچی تشریف لائے۔ 1980-83ء کے دوران ان کی پوسٹنگ جدہ میں تھی۔ 1986ء میں جب بانی تنظیم اسلامی نے اپنے پہلے دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت جامع مسجد ناظم آباد نمبر 5، پاپوش نگر میں حاصل کی تو اس موقع پر محترم اعجاز لطیف نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ 1988ء میں ان کی پوسٹنگ پیرس میں ہوئی۔ وہاں انہوں نے ویڈیو کیسٹس کے ذریعہ دعوت کا کام شروع کیا اور الحمد للہ پیرس میں مقامی تنظیم قائم ہو گئی۔ 1991ء میں ان کی کراچی واپسی ہوئی تو انہیں ایک مقامی تنظیم کا امیر مقرر کیا گیا۔ 1992-93ء کے دوران انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ قرآن اکیڈمی، کراچی میں ہونے والے ایک سالہ قرآن فہمی کورس میں شرکت کی۔ انہوں نے ماشاء اللہ پہلی پوزیشن حاصل کی جبکہ ان کی زوجہ محترمہ دوسرے نمبر پر آئیں۔

ان کے گھر میں روزہ، نماز کی حد تک دینی رجحان تھا جو اس بات کا غماز ہے کہ دین کو مذہب کی حد تک سمجھا گیا تھا۔ تنظیم اسلامی کی فکر نے ان میں نمایاں تبدیلی برپا کی اور ان میں دین کی ہمہ گیریت کا احساس پیدا ہوا۔

انہوں نے بتایا کہ ان میں دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں میں بطور مترجم کردار ادا کرنے کا جذبہ مقامی تنظیم کی ضرورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ اب وہ ماشاء اللہ ہر سال مختلف تناظیم کے دورۂ ترجمہ قرآن میں مترجم کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے بانی تنظیم اسلامی کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ قرآن کریم ایک قوت تسخیر کی حامل کتاب ہے، بتایا کہ اس قوت نے مجھے بھی مسخر کیا اور جیسے جیسے قرآن مجید کے مفہوم مجھ پر واضح ہوتے گئے، مجھ میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اس نے اس بندۂ ناچیز پر فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ من آنم کہ من دانم۔ اس کے لیے میں اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں، کم ہے۔

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کے دوران کئی قابل ذکر مشاہدات ہوئے ہیں لیکن میں خاص طور پر اس نوجوان کا تذکرہ ضرور کروں گا جس سے دو تین سال قبل ملاقات ہوئی تھی۔ وہ نوجوان ایم بی اے کرنے جا رہا تھا لیکن اس نے فوری طور پر یک سالہ قرآن فہمی کورس میں شرکت کو ترجیح دی۔

انہوں نے فرمایا کہ بالعموم ہمارے مترجمین پروگرام کے ابتدائی دنوں میں خاصی تفصیل میں جاتے ہیں جس کی وجہ سے آخری دنوں میں انہیں تیزی کے ساتھ گزرنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے ان کی رائے یہ ہے کہ ہمیں توازن برتنا چاہیے۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کے دوران وہ اکثر اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ چار، ساڑھے چار گھنٹے کے اس پروگرام میں بظاہر شرکت مشکل نظر آتی ہے لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ کراچی شہر میں لوگ بالعموم رات بارہ ایک بجے تک جاگنے کے عادی ہیں۔ دوسری اہم بات قرآن کریم کے معنی و مفہوم سے استفادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر مبنی احکامات جاننے کے لیے اگر ایک آدھ گھنٹہ مزید جاگنا پڑے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ محترم اعجاز لطیف صاحب کی اس بات میں بہت وزن ہے۔ اس آخری سوال کے جواب میں کہ آپ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کا مستقبل کیسا محسوس کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اگر ہمارے رفقاء اسی طرح محنت اور لگن کے ساتھ کام کرتے رہے تو میں اس پروگرام کا مستقبل بہت روشن محسوس کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے احکام پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمیں اپنی رضا سے نوازے۔ آمین!

قبول کر لے

❁ بھائی کا عذر چاہے دل نہ مانے۔ ❁ نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو۔ ❁ دوست کا ہدیہ چاہے حقیر ہو۔ ❁ اپنی غلطی چاہے ذلت ہو۔ ❁ غریب کی دعوت چاہے تکلیف ہو۔ ❁ ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو۔ ❁ بیوی کی محبت چاہے بدصورت ہو۔

شکست کھا لے

❁ علم و ہنر کے اظہار میں استاد سے۔ ❁ زبان چلانے میں عورت سے۔ ❁ اونچی آواز سے بولنے میں گدھے سے۔ ❁ بحث کرنے میں جاہل سے۔ ❁ کھانے پینے میں ساتھی سے۔ ❁ مال خرچ کرنے میں کنجوس سے۔ ❁ لڑائی میں بیوی سے۔

قرآن اکیڈمی جھنگ میں دورۂ ترجمۃ القرآن کی اختتامی تقریب

امیر حلقہ پنجاب وسطی اور صدر انجمن خدام القرآن جھنگ محترم مختار حسین فاروقی 1998ء سے ہر سال رمضان المبارک کی نماز تراویح کے ساتھ مکمل قرآن حکیم کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ فاروقی صاحب کی خاص بات اُن کا سلیس انداز بیان ہے۔ آپ زندگی کی عام مثالوں سے بات کی وضاحت کرتے ہیں۔ امسال 25 رمضان المبارک کی نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۃ القرآن کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔

اختتامی تقریب میں شمولیت کے لیے راقم نماز عشاء اور نماز تراویح سے فراغت کے بعد ٹوبہ سے چند احباب کے ہمراہ جھنگ کے لیے روانہ ہوا۔ جب ہم قرآن اکیڈمی کی مسجد کے کشادہ ہال میں داخل ہوئے تو فاروقی صاحب آخری پارے کے نصف آخر کا ترجمہ وتشریح بیان کر رہے تھے۔ نصف دائرے میں لگی ہوئی کرسیاں اور ان کے سامنے میز اور ان پر قرآن حکیم کے نسخے بڑا خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔ ایک کثیر تعداد ان کرسیوں پر بیٹھ کر قرآن حکیم کی متعلقہ آیات کو دیکھتے ہوئے ہمہ تن گوش فاروقی صاحب کا بیان سُن رہی تھی جب کہ کچھ احباب آگے دریوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ محترم فاروقی صاحب کی نشست دائرے کے مرکز میں تھی۔ ایک اندازے کے مطابق اس بابرکت تقریب میں 150 سے زائد افراد شریک تھے۔ ترجمہ وتشریح کی تکمیل ختم قرآن کی مسنون دُعا پر ہوئی۔ شرکاء کی ریفریشمنٹ کے لیے آدھے گھنٹے کا وقفہ ہوا، جس کے دوران احباب کو باہمی تعارف اور محترم فاروقی صاحب سے بالمشافہ گفتگو کا موقع بھی میسر آیا۔ شرکاء نے فاروقی صاحب کو اس بابرکت پروگرام کی تکمیل پر مبارک باد دی۔ فاروقی صاحب نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور فضل وکرم ہی سے ممکن ہوا۔

وقفے کے بعد دوسری نشست میں فاروقی صاحب نے مسلمانوں پر قرآن حکیم کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فہم قرآن کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے انجمن خدام القرآن جھنگ کے مقاصد اور اس کی کارکردگی کا اختصار سے جائزہ بھی پیش کیا۔ پروگرام کے آخر میں فاروقی صاحب نے ان افراد میں اسناد اور دینی کتابیں تقسیم کیں جو ترجمۃ القرآن کے پروگرام میں باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ رات تقریباً 2 بجے تقریب کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن حکیم کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

قرآن اکیڈمی ملتان میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام

روزے کے روحانی فوائد سے خاطر خواہ استفادہ کے لیے 25 سال قبل 1984ء میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے ماہِ رمضان میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام کا آغاز کیا۔ اسی طریقہ کار کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن اکیڈمی ملتان میں عرصہ 17 سال سے دورۂ ترجمہ قرآن جاری ہے۔ پہلا دورۂ ترجمہ قرآن 1992ء میں بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بیان فرمایا تھا۔ اس سال بھی جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ملتان میں یہ پروگرام 23 اگست بعد نماز عشاء شروع ہوا۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے لیے بڑی تعداد میں ہینڈ بلز پورے شہر میں تقسیم کیے گئے۔ کافی تعداد میں بینرز بھی مختلف جگہوں پر آویزاں کیے گئے۔ اس کے علاوہ پانچ مقامات پر پینا فلیکس لگائے گئے۔ اوقات سحر وافطار کے ہینگرز اور پاکٹ کارڈ بھی تقسیم کیے گئے۔ شہر کی مختلف مساجد اور دکانوں پر چھوٹے سائز کے پینا فلیکس لگائے گئے تھے۔ ترجمہ قرآن بیان کرنے کی سعادت تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی کے امیر ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے حاصل کی۔ نماز تراویح میں قرآن حکیم کی تلاوت قاری شاہد اور قاری سلطان محمود نے کی۔

12 رکعت تراویح کے بعد حاضرین کی تواضع چائے بسکٹ سے کی جاتی رہی۔ حاضرین کی تعداد اوسطاً 120 رہی۔ آخری عشرہ میں یہ حاضری دگنی ہو جاتی تھی جبکہ پہلے دن حاضری 200 رہی۔ دورۂ ترجمہ قرآن میں خواتین بھی شریک رہیں، جن کی اوسطاً حاضری 40 کے قریب رہی۔ آخری عشرے میں خواتین کی حاضری 100 ہو جاتی تھی۔

27 ویں شب کو ترجمہ قرآن کی حاضری 200 مرد اور 100 خواتین تھی۔

29 ویں شب کو ختم قرآن کی تقریب ہوئی جس میں شیرینی تقسیم کی گئی۔

قرآن اکیڈمی میں آخری عشرے میں معتکفین کی وجہ سے رمضان کی رونق دوبالا ہو گئی۔ 46 افراد نے اعتکاف کیا۔ دن میں فہم دین پروگرام بھی ہوتا، جسے تنظیم اسلامی ملتان شہر کے امیر جام عابد حسین نے ترتیب دیا۔ ہر نماز کے بعد درس حدیث بھی ہوتا تھا۔

29 ویں روزے کو بعد نماز عصر ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے معتکفین سے تعارفی نشست رکھی جس میں انجمن اور تنظیم کے مقاصد بیان کیے اور سوال و جواب بھی ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کی انتظامیہ نے انتھک محنت کر کے اس پورے مہینے کے پروگرام کو بڑے احسن طریقے سے نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین!

(رپورٹ: ناصر انیس خان)

تنظیم اسلامی باجوڑ کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

باجوڑ ایجنسی اور ضلع دیر کے سنگم پر منڈا نامی قصبہ ہے، جس میں ہمارے مبتدی رفیق قاری علی محمد ایک مسجد کے امام ہیں۔ وہ F.M. کے ذریعے درس قرآن دیتے تھے جو 14 اگست سے شروع ہوا اور 18 ستمبر کو ختم ہوا۔ آخری دن ختم القرآن کے موقع پر ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں بھرپور حاضری تھی۔ ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی اور ناظم دعوت مقامی تنظیم جار باجوڑ کے علاوہ ناظم حلقہ احسان الودود اور مبتدی رفیق سلمان احمد نے بھی شرکت کی۔

قاری علی محمد سے مشورے کے بعد ترتیب اس طرح بنی کہ گیارہ بجے بات شروع کریں گے اور ساڑھے بارہ بجے ختم کریں گے۔ ساڑھے بارہ بجے پہلی اذان کے ساتھ قاری صاحب آخری سورتوں کا ترجمہ خطاب جمعہ میں پیش کریں گے۔ واضح رہے کہ جمعۃ الوداع کی وجہ سے مسجد میں کافی رش تھا اور لوگ صبح دس بجے سے آنا شروع ہو گئے تھے۔

گیارہ بجے مبتدی رفیق شاہد لطیف نے جو جامعہ اشرفیہ لاہور سے فارغ التحصیل ہیں، عظمت قرآن پر مؤثر گفتگو کی۔ ساڑھے گیارہ بجے جناب فیض الرحمٰن نے اپنی تقریر توبہ کے موضوع پر کی اور مفصل انداز میں سامعین کو انفرادی اور اجتماعی توبہ کے بارے

میں بتایا اس کے بعد قاری صاحب نے آخری سورتوں کی تشریح اور تفسیر پیش کی۔ نماز جمعہ کے بعد قاری صاحب نے ایسی جامع دُعا کی کہ تمام حاضرین کو رُلا دیا۔ باہر مکتبہ کا سٹال لگایا گیا تھا جس سے ہمارے پیغام اور دعوت کی وسیع حلقے تک رسائی ہوئی۔ سٹیج سیکرٹری محمد نعیم نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ قرآن کو سمجھنا اور اس میں غور وفکر کرنا شروع کریں۔ اس پروگرام میں رُفقا کی تعداد سات اور لوگوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔

(رپورٹ: احسان الودود)

تنظیم حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام تعلیمی اداروں میں رجوع الی القرآن مہم

امیر حلقہ سرحد شمالی گل رحمٰن اور ناظم حلقہ احسان الودود نے رمضان المبارک کے دوران ہائی سیکنڈری سکولوں کا دورہ کیا، جس میں گورنمنٹ اور پبلک دونوں سکول شامل تھے۔ ان سکولوں کے ہائی کلاسوں کے طلبہ اور سٹاف سے رجوع الی القرآن کے حوالے سے بات کی گئی۔

محترم گل رحمٰن صاحب نے سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر 100,99 کے حوالے سے گفتگو کی۔ قرآن مجید کے پانچوں حقوق پر مثالوں کے ذریعے بات کی تاکہ یہ حقوق طلبہ کے ذہن نشین ہو جائیں۔ گفتگو کے بعد طلبہ سے پوچھتے کہ کس نے قرآن حفظ کیا ہے اور کون ترجمہ سے پڑھتا ہے۔ اس دوران طلبہ میں دو کتابچے ”مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق“ اور ”قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں“ تقسیم کیے گئے۔ اساتذہ میں ان کتابچوں کے علاوہ دیگر لٹریچر بھی تقسیم کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس نوجوان نسل سے اقامت دین کے لیے تن من دھن لگانے والے نوجوان پیدا کریں اور ہماری اس سعی کو قبول فرما کر مزید جدوجہد اور استقامت بخشے!

(مرتب: احسان الودود)

اسرہ تاج کالونی کے زیر اہتمام نئے حلقۂ قرآنی کا آغاز

اسرہ تاج کالونی کے زیر اہتمام ایک نئے حلقۂ قرآنی کا آغاز امیر حلقہ محمد رشید عمر کے درس قرآن بعنوان ”دعوت الی اللہ“ سے ہوا۔ محترم نے سورۃ النحل کی ایک آیت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکمت کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلاؤ۔ خود اللہ پاک نے اپنا تعارف اسی سورہ مبارکہ میں کتنی حکمت کے ساتھ کروایا ہے کہ اپنی آنکھوں، کان اور دل سے اس کائنات کو دیکھو اور غور وفکر کرو کہ ہم نے تمہیں سفر کے لیے سواری، پہننے کے لیے لباس، کھانے کے لیے دودھ، پھل، اناج، شہد اور زندگی کے لیے نظام الاوقات عطا کیے ہیں تاکہ تم اپنے رب کو پہچانو۔

امیر حلقہ نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کے بارے میں فرمایا کہ ہمیں اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت ہونی چاہیے۔ آخر میں امیر حلقہ نے لوگوں کو تاکید فرمائی کہ قرآن مجید کو اپنا رہبر و رہنما بنایا جائے۔ دعائے خیر کے ساتھ اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ میزبان حاجی محمد بشیر نے پُرتکلف چائے اور مٹھائی سے شرکاء کی تواضع کی اور اس پروگرام کو جاری رکھنے کی تاکید کی۔ حاضرین کی تعداد تقریباً 35 کے قریب تھی۔ (مرتب: حکیم محمد سعید مختار)

تنظیمی اطلاع

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم مظفر آباد میں امیر کی تقرری

ناظم حلقہ آزاد کشمیر نے مقامی تنظیم مظفر آباد میں دو سال مکمل ہونے پر امیر کی تقرری کے لیے اپنی تفصیلی تجاویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کیں۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 ستمبر 2009ء میں مشورہ کے بعد جناب عبد القیوم قریشی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے رفیق سجاد حیدر کے والد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔
- تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے رفیق چودھری محمد شفیق کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔
- تنظیم اسلامی کراچی کے رفیق غضنفر علی بوتا انتقال کر گئے

قارئین ندائے خلافت سے مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے اسرہ جار کے مبتدی رفیق محمد نعیم شدید بیمار ہیں۔

ضرورت رشتہ

لاہور میں مقیم مغل فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر بالترتیب 23،24 سال، تعلیم بی اے، بی کام کے لیے دینی مزاج کے حامل مناسب رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0333-4050325

تبدیلی پتہ حلقہ پنجاب شمالی

پی او بکس 379، جی پی او، راولپنڈی

حلقہ پنجاب شمالی کو لکھے جانے والے تمام خطوط آئندہ اس پتے پر بھیجے جائیں۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”مسجد فاطمہ، المعروف جامع القرآن حشمت کالونی، ہارون آباد“ میں

18 اکتوبر بروز اتوار نماز عصر تا 24 اکتوبر 2009ء بروز ہفتہ نماز ظہر تک

مبتدی و ملتزم تربیت گاہ

اور 23 اکتوبر بروز جمعہ نماز عصر تا 25 اکتوبر 2009ء بروز اتوار نماز ظہر تک

نقباء و امراء تربیت گاہ

کا آغاز ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 042-6316638-6366638
0333-4311226

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام

دینی و عصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

سرپرستِ اعلیٰ: ڈاکٹر اسرار احمد

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درسِ نظامی کا مکمل نصاب

قیام و طعام کی سہولت موجود ہے

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات

☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری و عملی رہنمائی
☆ تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام
☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
☆ خوبصورت عمارت اور کلاس رومز
☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
☆ وقت کا مؤثر استعمال
☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

☆ دینی مدارس کے طلبہ درجہ اولیٰ کے لیے درجہ متوسطہ اور درجہ ثانیہ کے لیے درجہ اولیٰ پاس ہونا لازمی ہے۔ یا
☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے
درجہ اولیٰ اور ثانیہ (میٹرک)
میں نئے تعلیمی سال کے
داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

☆ داخلے 10 شوال تک جاری رہیں گے
☆ 11 شوال کو ٹیسٹ/انٹرویو ہوگا، ان شاء اللہ
☆ 12 شوال سے نئے اسباق کا آغاز ہوگا، ان شاء اللہ
☆ تفصیلی معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن/ناظم شعبہ الطلاب قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں!

دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:

- کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی فون: 3-(021)5340022
- پشاور: A-18 ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: (091) 2214495
- ملتان: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی فون و فیکس: (061)6520451
- فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سعید کالونی نمبر 2۔ فون: (041)8520869
- اسلام آباد: 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم 1-8/4 فون: (051)4434438

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج) 191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: (042)35860024-35833637

ذیلی دفتر: قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-(042)35869501
فیکس: (042)35834000، ای میل: irts@tanzeem.org

بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیٔ رجوع الی القرآن کا شہرۂ آفاق دورہ ترجمہ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اوّل: سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرۃ مع تعارف قرآن
صفحات: 520 قیمت: 400 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اقسامِ شرک

قیمت اشاعت عام: 50 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلابِ نبویؐ

مجلد 300 روپے غیر مجلد 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص 40 روپے، عام 30 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیقی و فکری تصنیف

حقیقتِ ایمان

اشاعت خاص 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص 45 روپے، عام 30 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟

عید الاضحی اور فلسفۂ قربانی

اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحۂ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

تحریکِ پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر،
اسلامیانِ پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر

اسلام اور پاکستان

اشاعت خاص 60 روپے، عام 35 روپے

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن 50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبولِ عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص 40 روپے، عام 20 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 100 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص 80 روپے، عام 50 روپے

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-042-35869501